ماہنامہ

کرن

نومبر ۹۸

اس شمارے کے ساتھ کرن کتاب

دلچسپ و عجیب

مفت

سعودی عرب میں
قیمت 12 ریال

KSK Novels

مکمل ناول

صدف ریحان شاد

خوشبو صندل اور گہنا

digest novels lovers group ❤❤

دن بھر کے سفر کے بعد تھکا ماندہ سورج اب ہولے ہولے مغرب کی جانب قدم بڑھا رہا تھا لحظہ بہ لحظہ ہوا میں بڑھتی خنکی سردیوں کی آمد کا پتا دے رہی تھی۔ ہر طرف ایک ٹھہرا سا سناٹا تھا آسمان پر عجب سے سرخی مائل بادل کے ٹکڑے تیرتے پھر رہے تھے تمام دن آوارہ گردی کر کے تھکے پرندے بھی اب اپنے اپنے آشیانوں پر واپس لوٹ رہے تھے۔

ایک چھوٹی سی چڑیا گل مہر کے درخت پر آ بیٹھی پہلے تو اس نے اپنی ننھی منی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا اور اپنے دوستوں کو نہ پا کر لگی چوں چوں کرنے لگی۔ درخت تلے بیٹھی رجبہ نے سر اٹھا کر ناگواری سے اسے دیکھا۔

وہ کتنے انہماک سے ناول پڑھ رہی تھی کہ اس چڑیا کی بچی نے آکر ساری توجہ منتشر کر دی اس کا فضول شور برداشت سے باہر تھا۔

”ہش ہش۔“ اپنا آنچل لہرا کر اس نے چڑیا کو اڑایا اور پھر سے ناول میں گم ہو گئی۔

کتنے دن بعد تو کوئی ناول ہاتھ لگا تھا اور پڑھنے کا موقع بھی آسانی سے مل گیا تھا ورنہ تو ایسی کتابیں پڑھنے پر پہرے ہی بہت تھے اور پہرے دار بھی ایک ہی تھا مگر ایسا سخت اور جابر کہ کورس کی کتاب کے علاوہ کوئی رسالہ بھی ہاتھ میں دیکھ لیتا تو ڈانٹ ڈانٹ کر جان آدھی کر دیتا اور شکر تھا وہ آج کل گھر میں نہیں تھا تو اس کے اور عفت کے مزے ہو گئے تھے۔

چند دن ملے تھے آزادی کے اور وہ خوب فائدہ اٹھا رہی تھیں روز کالج لائبریری سے ناول اور شاعری کی کتابیں لاتیں دن بھر پڑھتیں اور رات کو بیٹھ کر کورس کی کتابیں ایک طرف کر کے دن میں پڑھی ہوئی کتاب پر تبصرہ کرتیں۔ دونوں کی اپنی اپنی رائے ہوتی بات بات میں بحث مباحثہ شروع ہو جاتا اور اس ادبی گفتگو سے انہیں خوب مزا آتا۔ خود پر حیرت بھی ہوتی کہ ”واہ کمال ہے“ کیا خفیہ صلاحتیں ہیں ہمارے اندر کتابوں پر کس قدر مدلل انداز میں تعریف و تنقید کر سکتے ہیں ہم دونوں۔ ایک دوسرے کو داد دیتیں اور خوش ہوتیں۔

دوپہر میں امی اور دادی کے سوتے ہی وہ باہر کھسک آئی تھی۔ گرمی ہو یا سردی دوپہر میں تھوڑی دیر وہ دونوں آرام ضرور کرتی تھیں اکثر وہ بھی سو جاتی مگر اب تو کچھ دنوں سے وہ تمام دوپہر جب پورے گھر میں سناٹا بول رہا ہوتا چپکے سے صحن میں آکر گل مہر کے درخت تلے بیٹھ جاتی۔ ناول آدھے سے زیادہ وہ پڑھ چکی تھی ارادہ ایک ہی نشست میں پورا پڑھنے کا تھا۔

سورج اب خاصا فاصلہ طے کر کے افق کی گود میں چھپ رہا تھا۔ ہوا بے حد خنک ہو گئی تھی لیکن وہ ہر طرف سے لاپروا ناول میں پور پور ڈوبی ہوئی تھی کہ چڑیا کے بعد دو ننھے شیطانوں نے آکر اسے ڈسٹرب کر دیا۔

”ہاؤ۔“ کی زوردار اور اچانک آواز پر وہ چونکی ڈھائی سالہ فراز خوش ہو کر تالیاں بجا رہا تھا۔

”آہا پھوپھو ڈر گئیں پھوپھو ڈر گئیں آہا“

درخت کے پیچھے ایک سالہ نہال کھڑا تھا جو بڑی دلکشی سے مسکرایا اور وہ اس پیاری مسکان پر فدا ہونے کے بجائے اسے گھور کر رہ گئی وہ اس کی آنکھوں کی غراہٹ کا برا مانے بغیر دوڑ کر گود میں سوار ہونے

آگیا فراز نے گردن میں بازو ڈال دیئے ایک گلے سے لگا تھا تو دوسرا گود میں چڑھ گیا تھا۔

"افوہ بھئی کیا ہے رے ہٹو۔" وہ پہلی بار ان کی معصوم محبت پر تلملائی مگر انہیں پروا نہیں تھی دونوں نے اپنی فطرت سے مجبور سیدھے کتاب پر ہاتھ مارنا چاہا تھا۔

"ہائے کیا کر رہے ہو بد تمیزو۔" اس کی جاں نکلنے لگی جھٹ کتاب اپنے پیچھے چھپائی۔

"کیا پڑھ رہی ہیں پھوپھو کون سی کہانی ہے۔" فراز یقیناً" خاصا ذہین تھا اس کے ہاتھ کے پیچھے جانے تک نظریں دوڑاتے پوچھنے لگا تو رتبہ کو اس کی ذہانت پر حیرت کے ساتھ مسرت بھی ہوئی مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"میں بھی کہانی سنوں گا پھوپھو۔" وہ اپنی طفلانہ طبیعت کے مطابق مچلا تو وہ ہنس دی۔

"آپ کے سننے کی نہیں ہے میری جان یہ کہانی بڑوں کے پڑھنے کی ہے آپ ابھی چھوٹے ہیں جب

بڑے ہو جائیں گے تب پڑھیے گا۔"

"بڑوں کی کہانیاں کیسی ہوتی ہیں پھوپھو مجھے سنائیں پتا نہیں میں کب بڑا ہوں گا آپ بس مجھے ابھی کہانی سنائیں۔" وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا مچلنے لگا جانے یہ کہانیوں کا شوق کہاں سے پڑ گیا تھا اسے اکثر یہ فرمائش کر کے سب کے کان کھاتا کبھی اسے خود سے گھڑ کر کوئی کہانی سنا دیتی ورنہ ٹال دیتی۔

"اچھا بابا سنو کہانی۔" اس نے ہار مانی فراز خوش ہو گیا۔

"تو سنو ایک تھا راجہ۔" اس نے کہنا شروع کیا۔

"آں۔ میں نہیں سنوں گا یہ پرانی کہانی پہلے بھی کتنی بار سنائی ہے آپ نے کوئی دوسری سنائیں ناں پھوپھو۔" وہ چلانے لگا تو بے اختیار جی چاہا اسے کرارا سا تھپڑ لگا دے۔

"بدتمیز خوامخواہ پریشان کرنے آ گئے ہو" نہال الگ ستا رہا تھا کبھی اس کے دوپٹے میں منہ چھپاتا کبھی نکالتا وہ خود کو چاند سمجھ رہا تھا شاید کبھی اس کے گلے میں پڑی چین کھینچنے لگتا تنگ آ گئی تھی وہ۔

"اب خدا کے واسطے جان چھوڑ دو میری پڑھنے دو مجھے کتاب۔" وہ زچ ہو گئی تھی فراز نے تو ناراض ہو کر منہ پھیر لیا اس نے اپنے پیچھے سے کتاب اٹھانی چاہی اور دل دھک سے رہ گیا ادھر ادھر ٹٹولا مگر بے سود۔

"یا خدا۔" وہ سٹپٹا کر کھڑی ہوئی اور سامنے کا منظر دیکھتے ہی اگر منہ پر ہاتھ نہ رکھ لیتی تو ایک دلدوز چیخ فضا کی نذر ہو جاتی نہال سبز گھاس پر بیٹھا گھٹنوں پر ناول رکھے ایک ایک ورق الٹ رہا تھا۔

"ہائے نہال کے بچے۔" اس نے لپک کر ناول جھپٹا اور نہال صاحب کو اس کی یہ بے مروتی خاصی گراں گزری حلق پھاڑ کر بھاں بھاں کرنے لگے ویسے بھی اس قسم کے معاملات میں بہت کچی تھے وہ جو چیز ایک بار ہاتھ لگ جاتی تو بس ان کے ابا کی ملکیت ہو جاتی پھر مجال ہے جو دوسرے کے پاس اس چیز کو جانے دیں کہ جب تک اس کا ٹھیک ٹھاک پوسٹ مارٹم نہ کر لیں۔

رتبہ کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے کس قدر آفت کی پڑیا ہوتے ہیں یہ بچے پورے فتنے بعض اوقات تو جان عذاب کر دیتے ہیں اس نے ایک ہاتھ میں ناول تھاما اور دوسرے میں اس بسورتے شیطان کو تھاما۔

"آئے ہائے یہ نہال کیوں رو رہا ہے۔ اے بہو کدھر ہو دیکھو بچے کو۔" دادی ہولے ہولے چلتی کمرے سے باہر آ رہی تھیں رتبہ اسے بہلاتی پھسلاتی سیڑھیاں طے کر کے دالان میں پہنچی نہال کی دل شکن نالہ و فغاں پر فریال بھی اپنے کمرے سے دوڑی آئی۔

"کیا ہوا کیوں رو رہا ہے یہ۔" وہ فکر مند ہوئی۔

"کتاب مانگ رہا تھا میں نے نہیں دی تو رونے لگا۔" اس آفت کی پڑیا کو فریال کے حوالے کر کے اس نے تیزی سے اندر جا کر اپنی الماری میں ناول رکھا اور باہر آئی تو فراز کو دادی کے گھٹنے سے جڑا پایا وہ اسی کی شکایت کر رہا تھا ناراض ناراض سا پھولا منہ دادی اسے پیار کر رہی تھیں اور دلاسا بھی دے رہی تھیں۔

"میں اپنے شہزادے کو سناؤں گی کہانی دل کیوں چھوٹا کرتا ہے میرا بچہ رات تم میرے پاس سونا پھر بڑے مزے کی کہانی سناؤں گی ٹھیک۔" وہ اس کے بال سہلانے لگیں وہ خوش ہو گیا سامنے سے رمیز بھائی آ رہے تھے وہ پاپا آ گئے پاپا آ گئے کی گردان کرتا ان کی طرف دوڑ گیا۔

"السلام علیکم۔" کچن کی طرف جاتی رتبہ انہیں دیکھ کر رک گئی۔

"وعلیکم السلام۔ جیتی رہو کیسی ہے ہماری گڑیا۔" انہوں نے خوش اخلاقی سے جواب دے کر اس کے سر پر چپت لگائی پھر جھک کر ٹانگوں سے لپٹے فراز کا منہ چوما۔

"کیسا ہے ہمارا شہزادہ بیٹا۔"

"آپ آج کچھ لیٹ نہیں ہو گئے بھیا۔" رتبہ نے دالان میں لگے وال کلاک کی جانب دیکھا وقت کے انتہائی پابند رمیز بھائی پورا ایک گھنٹہ لیٹ آئے تھے وہ مسکرا دیئے۔

"ہاں تمہاری بھابھی نے کچھ چیزیں منگوائی تھیں بس وہیں ٹائم لگ گیا۔ کیوں بھئی کہاں ہیں تمہاری

مما۔" وہ فراز سے پوچھ رہے تھے۔
"مما کمرے میں ہیں پاپا۔" اس نے فوراً" بتایا۔ وہ اس کی انگلی تھامے پہلے دادی کے پاس گئے ان کی دعائیں سمیٹیں امی سے حال احوال پوچھا پھر اپنے بیڈ روم میں چلے گئے۔
رتبہ کا دل اب بھی ناول میں اٹکا ہوا تھا۔
"نہ دونوں شیطان کے چیلے وہاں آتے اور نہ سارا مزا کرکرا ہوتا کتنے آرام سے مطالعہ کر رہی تھی میں خیر اوپر عفت کے پاس چلی جاتی ہوں وہاں اطمینان سے پڑھ لوں گی۔" اس نے خود کو تسلی دی مگر اگلے پل یہ خیال آتے ہی کہ رات کا کھانا بنانا ہے دل مسوس کر رہ گئی موڈ تو آف ہو گیا تھا جیسے تیسے چائے بنائی۔ امی اور دادی کو دینے کے بعد بھیا بھابی کے لیے ٹرے سجا کر ان کے کمرے میں گئی تو جیسی اداس شام باہر آنگن میں اتری تھی ویسی اداسی اس کمرے میں محسوس ہوئی۔
فریال بگڑے تیوروں کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی چیریں شٹل رہی تھیں۔ رمیز بھائی دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھے ایزی چیئر پر جھولتے بیوی کو دیکھ رہے تھے جن کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ ان کی لائی ہر چیز کو ناپسند کر رہی ہیں۔ حسب عادت اور حسب معمول۔
"ہونہہ پیسے تو خوب خرچ کر آئے ہیں آپ۔ مگر ڈھنگ کی کوئی ایک شے نہیں لائیں گے جو میں کہتی ہوں تو لا کر نہیں دیں گے اپنی مرضی سے اٹھا لائیں گے الا بلا اور یہ کیوں لے آئے ہیں آپ اس کمرے میں پہلے ہی ان منحوسوں کی کمی ہے کیا۔" انہوں نے ایک ڈبہ اٹھا کر پرے پٹخا رمیز بھائی کو کپ تھماتی رتبہ کی نگاہ اس ڈبے پر پڑی۔ اس میں بہت حسین گڑیا قید تھی سنہری بال، نیلی آنکھیں، سیاہ پلکیں پیارا سا چہرہ اور گلابی فراک دیکھنے میں وہ بالکل یوں معلوم ہو رہی تھی جیسے جیتی جاگتی چھوٹی سی بچی ہو۔
"اف کتنی پیاری گڑیا ہے۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا رمیز بھائی نے ڈبہ اٹھایا۔
"کیوں رتبہ اچھی ہے ناں یہ اور اپنی بھابھی کو دیکھو خوامخواہ چڑ رہی ہیں ارے بھئی یہ گڑیا مجھے بہت پیاری لگی تو میں نے لے لی اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔"
"ناراض ہونے کی بات نہیں تو اور کیا۔ ہمارے بچے تو کھیلتے نہیں ان گڑیاؤں سے آپ نے فضول پیسے ضائع کیے اس قیمت میں نہال کا ایک سوٹ آجاتا مگر آپ کو تو ان منحوسوں کو جمع کرنے کا شوق ہے بس۔"
فریال نے تیکھی نظروں سے شوکیس کی طرف دیکھا جس میں پہلے ہی ایک ڈھیر تھا گڑیوں کا جانے رمیز بھائی کیوں اتنے دیوانے تھے جب بھی خریداری کے لیے نکلتے ایک آدھ گڑیا ضرور خرید لاتے حالانکہ فریال انہیں پہلے ہی تاکید کر دیتیں۔ "خبردار اس بار کوئی منحوس گڑیا نہ اٹھا لائیے گا۔" اور وہ ہر بار ان کی تاکید بھول جاتے جس پر وہ خوب سیخ پا ہوتیں اب بھی جل کر رہ گئی تھیں۔
یہ ایک عجیب و غریب تضاد تھا ان دونوں میں ویسے تو ان کی اکثر کسی نہ کسی بات پر ٹھنی رہتی مگر یہ گڑیا والا معاملہ خاصا پیچیدہ تھا۔ فریال کو جتنی نفرت تھی ان سے رمیز بھائی اس سے دگنے عاشق اس آگ اور محبت کے کھیل کی شروعات جانے کب ہوئی تھیں اور پتا نہیں کب تک جاری رہے گی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی یہ بات۔ رتبہ کے پلے بھی نہیں پڑتا تھا دونوں کا رویہ وہ ڈبے سے گڑیا نکال کر دیکھ رہی تھی اور تعریفیں بھی کر رہی تھی۔
"تمہیں بہت اچھی لگی ہے تو تم لے لو۔"
فریال نے اسے بڑے سکون سے آفر کی۔
"کیا میں۔۔۔ نہیں بھابھی بھلا میں کیا کروں گی اس گڑیا کا۔" اس نے فوراً" وہ گڑیا ٹیبل پر رکھ دی چائے کا سپ لیتے رمیز بھائی مسکرائے۔
"ہاں رتبہ تم لے لو یہ گڑیا اب جب تک تمہاری بھابھی کو نظر آتی رہے گی ان کا منہ یونہی سوجا رہے گا۔"
"اونہہ اتنا ہی خیال ہے ناں آپ کو میرا اگر ذرا سی بھی پروا ہو تو یہ بلائیں لے کر ہی نہ آیا کریں۔" فریال تنتناتی کمرے سے نکل گئیں۔ رتبہ نے انہیں جاتے دیکھا پھر کن انکھیوں سے بھائی کو جن کے چہرے پر

ایک مغموم سا تاثر ثبت تھا جانے کیسی کیفیت ان کی آنکھوں میں لہرا رہی تھی غالباً" بیوی کا یہ سلوک انہیں دلگرفتہ کر گیا تھا اور اسے بھائی کی یہ اداسی اچھی نہیں لگی تھی وہ اس گڑیا کو شوکیس میں سجانے کے ارادے سے اٹھ گئی وہاں پہلے ہی ایک ہجوم تھا گڑیوں کا۔ بڑی مشکل سے جگہ بنا کر اسے رکھا اور پلٹ کر بھائی سے داد لینا چاہی وہ آنکھیں بند کیے پتہ نہیں کہاں کی سیر کو نکل گئے تھے وہ ایک تاسف بھری نظر ان پر ڈالتی چائے کے برتن اٹھا کر باہر آگئی جہاں ایک عجب تماشا تھا فریال بے دردی سے نہال اور فراز کو پیٹ رہی تھیں ۔وہ دونوں جانے کب سے صحن میں جاکر پودوں سے مٹی نکال کر کھیل رہے تھے ہاتھ منہ اور کپڑے خوب گندے کر لیے تھے انہوں نے اور اب شامت آگئی تھی فریال کا موڈ خراب ہو چکا تھا اب غصہ سوا نیزے تک جا پہنچا چٹاخ چٹاخ وہ ان کے پھول سے گلابی گال سرخ کیے جا رہی تھیں۔

"ارے بہو خدا کا خوف کرو کچھ بچوں نے کپڑے ہی گندے کیے ہیں کوئی قیامت تو نہیں ڈھادی جو اتنی گرم ہو رہی ہو مت مارو ان معصوموں کو توبہ اب بس بھی کرو" امی کبھی نہال کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں اور کبھی فراز کو ادھر سے دادی چلا رہی تھیں۔

"ارے اب ان کی خطا معاف بھی کردے لڑکی توبہ کیسی بے رحم ماں ہے ذرا دل نہیں کانپ رہا ان پھولوں پر ہاتھ اٹھاتے ارے اب جان بخش بھی دے ان کی توبہ نہیں کھیلیں گے مٹی سے۔" مگر فریال کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا وہ پھر دونوں کو جھپٹ لیتیں۔

"میں کوئی تمہارے باپ کی نوکر ہوں جو دن رات خدمتیں کرتی رہوں تمہاری ابھی گھنٹہ بھر پہلے کپڑے بدلوائے تھے کہ پھر گندے کر لیے اب کون دھوئے گا یہ مفت کی نوکرانی مل گئی ہوں ناں میں دن بھر تم لوگوں کے میلے کپڑے دھوتی رہوں پاگل سمجھ رکھا ہے تم لوگوں نے مجھے سکھ چین کی ضرورت مجھے تو ہے نہیں میں تو جیسے بے جان شے ہوں کوئی احساسات نہیں ہیں میرے تم سب کی نظر میں بے بس ہوں میں۔" وہ چلتے ہاتھوں کے ساتھ زبان سے بھی زہر اگل رہی تھیں اس چیخ و پکار پر رمیز بھائی اندر سے دوڑے آئے۔

"کیا بات ہے۔ کیا ہوا ہے۔" وہ ہراساں تھے۔

"ارے پاگل ہو گئی ہے تیری بیوی بچوں نے ذرا سے کپڑے کیا گندے کر لیے مار مار کر ادھ موا کر ڈالا ہے انہیں بچے تو کھیل کود میں کپڑے گندے کرتے ہی رہتے ہیں بھلا مائیں یہ سلوک کرتی ہیں ان کے ساتھ توبہ ایسی سخت دل عورت اپنے بچوں کے کام بھی بار لگتے ہیں اسے چھوٹے چھوٹے کپڑے دھونے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے پر یہ آج کی لڑکیاں نری فیشن کی ماریاں اپنے ہاتھوں کے ناخنوں کی تو فکر پڑی رہتی ہے انہیں کیا بچے پالیں اور کیا ان کے کام کریں؟ ہم نے بچے پالے ہر کام کیا ان کا پر کبھی یوں مار پیٹ نہیں کی بچے تو معصوم ہوتے ہیں۔"

دادی کو خوب غصہ آرہا تھا بچوں کے ساتھ فریال کی یہ بدسلوکی انہیں بے حد گراں گزری تھی' بچے تو بچے ہوتے ہیں انہیں پیار سے بھی سمجھایا جاسکتا ہے مگر فریال کو تو شاید یہی زبان آتی تھی موقعہ بے موقعہ بے چارے بچے اس طرح ان کے زیر عتاب آئے رہتے تھے۔

رمیز بھائی نے تیزی سے آگے بڑھ کر دونوں بچوں کو اٹھایا ایک قہر آلود نگاہ سے بیوی کو گھورا اور واپس کمرے میں چلے گئے فریال بکتی جھکتی دوسرے کمرے میں جا گھسیں رتبہ ٹرے اٹھائے جوں کی توں کھڑی تھی یہ ہنگامہ تھما تو کچن میں چلی آئی۔

"پتا نہیں بھابھی ایسی کیوں ہیں؟ اتنی بے حس الجھی اور سخت مزاج' بعض دفعہ وہ اتنی بے درد کیوں ہو جاتی ہیں کیوں آتا ہے انہیں اتنا غصہ۔"

یہ ایک غور طلب بات تھی اور وہ غور کر رہی تھی کہ عفت نے آکر چونکا دیا۔

"کیا کر رہی ہو۔؟"

"دیکھ لو۔" اس نے دھلے ہوئے کپ ریک میں لگائے۔

"کام ہو رہا ہے۔" وہ مسکرائی پھر سرگوشیانہ انداز میں پوچھنے لگی۔

"کیا ہوا بھئی؟ آج پھر بھابھی کا پارہ ہائی ہے کیا بھیا سے لڑائی ہو گئی۔؟"

"نہیں وہ بچوں نے کپڑے گندے کر لیے تھے ناں اس بات پر غصہ آگیا انہیں۔" دوپٹے سے ہاتھ پونچھتے ہوئے اس نے مختصراً وجہ بتائی۔

"تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی بچے تو کپڑے گندے کرتے ہی رہتے ہیں بھابھی نے کیوں مارا انہیں۔" عفت کو اچھی طرح علم تھا فریال کے مزاج کا انہیں غصہ کرنے کے لیے کسی بڑی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی ذرا سی بات ہی ان کا مزاج گرم کرنے کے لیے کافی ہوتی مگر پھر بھی وہ حیران ہوئی۔

"چھوڑو بھابھی کی تو عادت ہے۔" رتبہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آئی ٹیبل پر بکھری کتابیں دیکھ کر عفت کو یاد آیا۔

"ارے ہاں تبو تم نے ناول پڑھ لیا۔"

"کہاں۔" اس کی تو دکھتی رگ پر ہاتھ پڑ گیا منہ بسور کر بولی۔

"دوپہر میں امی اور دادی سے نظر بچا کر صحن میں جا بیٹھی تھی کافی سارا تو پڑھ لیا تھا مگر وہ نہال اور فراز آگئے ناں تنگ کرنے کو۔"

"اچھا ویسے کہاں تک پڑھ لیا تم نے۔" عفت اس کے بیڈ پر چڑھ بیٹھی۔

"اوں۔ کہاں تک وہ سوچنے لگی پھر جہاں تک پڑھا تھا بتا دیا۔

"ارے اب یہاں سے تو اصل کہانی شروع ہو گی پتا ہے آگے کیا ہو گا۔" عفت نے منہ کھولا۔

"نہیں کچھ بتانا نہیں ورنہ پڑھنے میں مزا نہیں آئے گا۔" رتبہ نے فوراً ٹوکا وہ کندھے اچکا کر رہ گئی دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں باہر کوئی اطلاعی گھنٹی پر انگلی رکھ کر ہٹانا بھول گیا تھا۔

"ہائے ہائے یہ کون آگیا؟ چچا جان تو نہیں لگتے۔"

"وہ تو صرف ایک بار بیل بجاتے ہیں۔"

"یہ کون آفت ہے لگتا ہے کوئی پیچھے لگا ہوا ہے۔" وہ دونوں جھنجھلا کر باہر نکلیں رمیز بھائی گیٹ کھولنے جا رہے تھے اور چند ساعت بعد ان کی آنکھوں نے دیکھا گیٹ کے وا ہوتے ہی کندھے سے چھوٹا بیگ لٹکائے اندر آتا جویریہ رمیز بھائی سے یوں لپٹ گیا جیسے برسوں بعد مل رہا ہو۔

"ہائے جویریہ بھائی آگئے۔" عفت کا دم اٹک گیا اس کی حالت بھی مختلف نہ ہوئی دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا آنکھوں میں بے چارگی تھی اب کیا ہو گا یہ سوال تیر بن کر دل میں چبھا تھا۔

"ہیلو ایوری باڈی۔" ہشاش بشاش سا جویریہ ادھر ہی آرہا تھا دالان میں پہنچتے ہی دادی پر نظر پڑی انہیں جھٹ سلام داغا۔

"ارے میرا بچہ آگیا جیتا رہ خدا سلامت رکھے ہر امتحان میں کامیاب کرے کیسا ہے تو" دادی نے جھٹ پٹ اس کی بلائیں لے ڈالیں۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں دادی جان آپ کیسی ہیں آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اور آپ سنائیے تائی جان اور یہ دونوں بلیاں بھی یہیں موجود ہیں کیوں بھئی کیا حال ہیں۔" اس نے ایک ہی بار میں سب کو نبٹایا ان کے تو رنگ اڑ گئے تھے اس کی آمد سے۔

"ہائے۔ اب ساری ادبی کتابیں بند کرنی پڑیں گی اور پڑھنا پڑیں گی وہی خشک قسم کی سلیبس کی کتابیں اف گئی چار دن کی چاندنی۔" دونوں کا دل ہول گیا

"خدا کا فضل ہے بیٹا یہاں سب ٹھیک ٹھاک ہیں تو سنا کیسے ہوئے تیرے امتحان۔" دادی اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

"ارے دن آپ کی دعاؤں سے سارے پیپر بہت اچھے ہوئے دادی جتنی محنت کی تھی خدا کا شکر ہے کام آئی۔" جویریہ بہت مطمئن تھا پندرہ دن پہلے وہ اپنے چند جوڑے کپڑے اور ڈھیر ساری کتابیں سمیٹ کر دوستوں کے ساتھ ہاسٹل شفٹ ہو گیا تھا جہاں مل کے سب دوستوں نے کمبائن اسٹڈی کی تھی آج آخری پیپر تھا جسے بھگتا کے وہ بہت مسرور سا واپس آیا تھا پوری امید تھی کہ مائیکرو بیالوجی میں ایم ایس سی کی ڈگری لے کر وہ اچھی سی جاب تلاش کرے گا اور پھر اپنے سارے خوابوں کی تعبیر حاصل کرے گا اور تب دن کتنے خوبصورت ہو جائیں گے کتنی حسین ہو جائے

گی زندگی وہ اس تصور سے ہی خوشیوں کے ہنڈولے میں جھولنے لگا تھا۔

"اے عفو کی بچی گم صم کیوں کھڑی ہو ایک گلاس پانی پلاؤ مجھے اور تم سناؤ تیور انی پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔" ان دونوں پر تو وہ جی بھر کر رعب ڈالتا تھا عفت کو حکم دے کر اس سے پوچھنے لگا اور وہ بوکھلا گئی۔

"پڑھائی۔۔۔ ہاں پڑھائی بہت اچھی چل رہی ہے۔ وہ۔۔ وہ پرسوں انگلش کا ٹیسٹ بھی ہوا تھا۔"

"اور تم فیل ہو گئی ہو گی یقیناً" ہے ناں۔" وہ اس کی بوکھلاہٹ محسوس کر کے غرایا

"نن۔۔۔ نہیں تو خوامخواہ میں نے تو بہت اچھے مارکس لیے ہیں۔" رتبہ نے فوراً" سنبھلتے ہوئے اس کی غلط فہمی دور کی صرف اس کے ڈر سے دل لگا کر محنت کی تھی تب ہی کامیاب بھی ہو گئی۔

"مجھے پتا ہے میرے پیچھے تم دونوں نے بالکل نہیں پڑھا ہو گا لگ گئی ہوں گی ڈرامے دیکھنے اور رسالے پڑھنے، کلاس لوں گا تم دونوں کی اچھی طرح، پہلے ان چنوں منوں سے مل لوں" وہ ان کا خون خشک کر کے نہال اور فراز کو پکارنے لگا۔

"اوئے بچو کہاں ہو بھئی؟ دیکھو چاچو کتنی ساری ٹافیاں لائے ہیں تمہارے لیے۔"

"آہا چاچو کب آئے؟" اس کی پکار پر وہ دونوں دوڑے آئے۔

"ابھی آیا ہوں میری جان۔" جویریہ نے فراز کو پیار کیا جھک کر نہال کو اٹھایا۔

"اوئے شہزادے تو رو رہا ہے کیا؟" اس کا پیارا سا چہرہ گلابی ہو رہا تھا چھوٹی سی ناک سرخ اور سیاہ پلکیں بھیگی ہوئی تھیں صاف لگ رہا تھا وہ بہت رویا ہے دادی نے اسے تمام قصہ سنا دیا۔ اس نے دونوں کو سینے میں بھینچ کر خوب پیار کیا اور جب انہیں ڈھیر ساری ٹافیاں دیں تو ان کی معصوم خوشی دیدنی تھی ان کی کھلکھلاہٹ سب کو سکون عطا کر گئی تھی ان دونوں میں تو سب کی جان تھی جویریہ تو بہت پیار کرتا تھا وہ ان کے ساتھ شرارتوں میں مگن ہوا تو رتبہ نے چپکے سے عفت کے کان میں کہا۔

"اوپر جا کر وہ شاعری کی کتاب چھپا دو اگر ان کی نظر پڑ گئی تو اپنی خیر نہیں اچھی خاصی چھترول ہو جائے گی ہماری۔"

"اور ہاں تم بھی ناول سنبھال کر رکھو کل ہی لائبریری جا کر واپس کر آئیں گے۔" جواباً" عفت نے بھی سرگوشی کی۔

"ہائے مگر میں نے تو پورا پڑھا بھی نہیں۔" رتبہ کا کلیجہ منہ کو آگیا۔

"رات کو پڑھ لینا" مشورہ ملا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے بستر میں گھس کر سائڈ لیمپ جلا کر پڑھ لوں گی۔" وہ اپنی ترکیب پر مطمئن ہو گئی۔

"ارے یہ کیا کھسر پھسر کر رہی ہو تم دونوں؟۔" جویریہ کی توجہ ان کی طرف ہوئی تو ان کا سانس رک گیا۔

"کچھ نہیں کچھ بھی تو نہیں کیوں عفت۔" دونوں نے حلق تر کر کے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"ہم آپ کے لیے چائے بنا کر لاتے ہیں جویریہ بھائی۔" دونوں نے کچن کا رخ کیا۔

"شکر ہے تم بلیوں کو خیال تو آیا مگر سنو سارا دودھ خود نہ پی جانا اور میرے لیے صرف قہوہ بنا کر لے آؤ بھئی چائے ہی بنا کر لانا۔" وہ مسکراتا ہوا دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

*_*_*

پیار کا روگ لگایا
تو نے مجھ کو دیوانہ بنایا
نیند گئی میرا چین گیا
دل میرا تو نے چرایا
ہو پیار کا روگ لگایا
یہ تو نے کیا کیسا جادو
میرا دل ہو گیا ہے بے قابو

خوشی سے مسحور گنگناہٹیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ رتبہ دادی کے ساتھ آہستہ سے سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچی تو واش بیسن کے سامنے جویریہ جھومتا گنگناتا شیو کرتا نظر آیا۔ آواز اس کی خوب تھی اور گیت شاندار اور پھر کچھ بدھو شی ایسی تھی وہ اطراف سے بے خبر اپنے آپ میں مگن تھا۔

"ارے لڑکے خیر سے صبح ہو گئی تمہاری۔" دادی نے آنکھوں پر ہاتھ کا چھجا بنا کر اسے گھورا۔ ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس تولیہ کندھوں پر رکھا ہوا تھا چہرے پر سفید جھاگ جسے وہ مل مل کر اور پھیلا رہا تھا۔

"دادی جان صبح بخیر آئیے آئیے کیسی ہیں آپ۔؟" گنگناہٹ بند کر کے اس نے برش بیسن پر رکھا اور آگے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کیا کندھوں سے تھام کر کرسی پر بٹھایا رتبہ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"صبح بخیر نہیں بیٹا اب تو دوپہر بخیر کہو' سورج دیکھو کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے ساری دنیا کی سویر ہو گئی فرشتے روزی بانٹ گئے لوگوں کے سو کام دھندے نبٹ گئے اور ہمارا بچہ ہے کہ ابھی شیو ہی بنا رہا ہے بڑی جلدی اٹھ گئے ہو ماشاءاللہ" انہوں نے مسکرا کر اس کے گال پر انگلی رکھی پھر جھاگ اٹھا کر اس کی ناک پر لگا دیا۔

"ارے دادی مت طنز کریں" اس نے تولیے سے ناک صاف کی۔

"آپ جانتی ہیں میں کتنا اچھا بچہ ہوں وقت پر سوتا ہوں وقت پر جاگتا ہوں وقت پر کھاتا پیتا ہوں مگر کیا ہے کہ کچھ عرصہ سے سارا ٹائم اپ سیٹ ہو گیا ہے سارا دن ساری رات پڑھنے سے نیندیں گڑبڑ ہو گئی ہیں ہماری اور مجھے اب دوبارہ سے سیٹ ہونے میں کچھ وقت لگے گا رات میں نے بڑی کوشش کی کہ جلدی سو جاؤں کیونکہ پتا تھا میں اب ہاسٹل میں نہیں اپنے گھر میں ہوں جہاں صبح بیداری میں ذرا سی دیر بھی میری دادی جان کو ناگوار گزرتی ہے مگر ہائے کیا کرتا تھکا ہوا بھی خوب تھا کروٹیں پر کروٹیں بدلتا رہا مگر وہ ہے کہ آ کے نہ دے رہی تھی اور اس کے بغیر میں کیسے سو سکتا تھا میں نے ہزار منتیں کیں اس کی مگر سچ بہت شریر ہے رات بہت ستایا ہے اس نے مجھے۔"

وہ تھکے سے لہجے میں بولتا ہوا بیسن کے آگے جا کھڑا ہوا جس پر دادی بے طرح چونکیں رتبہ نے بھی حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"کون کس نے ستایا تمہیں کس کی بات کر رہے ہو۔؟"

"ارے بھئی اس کی" وہ ریزر اٹھا کر دھونے لگا انداز میں لاپروائی تھی۔

"کس کی سیدھی طرح بتاؤ۔؟" پریشانی دادی کی آنکھوں سے مترشح تھی۔ کیسی مبہم باتیں کر رہا تھا وہ انہوں نے آئینے میں نظر آتے اس کے عکس پر نظریں جمائیں دل خوامخواہ گھبرا گیا تھا۔

"ارے بھئی نیند کی اب دیکھیں ناں جب تک وہ نہیں آئے گی میں سوؤں گا کیسے اور جب جلدی سوؤں گا نہیں تو سویرے اٹھوں گا کیسے بس رات اس نیند کی بچی نے ہی تنگ کیا مجھے ایسی بدتمیز کہ آ ہی نہیں رہی تھی پھر میں کیا کرتا دو بجے تک گانے سنتا رہا اور یہ گانا تو میں نے کوئی بیس بار سنا بڑا اچھا ہے سناؤں آپ کو۔" اس نے مسکراہٹ دبا کر ان کے چہرے پر پھیلتے اطمینان کو دیکھا اور گنگنانے لگا۔

یہ کیسی دیوانگی ہے
میں جدھر دیکھوں آئے نظر تو
کب اور کیسے ہوا پیار تجھ سے
میری سمجھ میں نہ آیا
نیند گئی میرا چین گیا
دل میرا تو نے چرایا

"ارے بس کرو کیا شیطانی کام کر رہے ہو۔" دادی نے چڑ کر اسے ٹوکا رتبہ کو اپنی ہنسی روکنا دوبھر ہو گیا تھا منہ پر ہاتھ رکھ کر اس نے عفت کے پاس جانے کے لیے پر تولے جو اندر کمرے میں شرشیر جھاڑو دے رہی تھی جو پرے چہرہ جھکائے ہنس رہا تھا۔

"لگتا ہے دادی کو گانا پسند نہیں آیا چلیں کوئی بات نہیں دوسرا سناؤں وہ یقیناً" آپ کو بہت پسند آئے گا۔"

"ارے بس مجھے ضرورت نہیں گانا سننے کی یہ شیطانی چیخ وپکار ذرا اچھی نہیں لگتی مجھے۔ کوئی بھی کام کرتے وقت بندے کو اللہ کا نام لینا چاہیے پر یہ آج کل کی نسل بھاں بھاں کرنا جانتی ہے بس۔" انہوں نے ناک چڑھائی پھر رتبہ سے کہنے لگیں۔

"ارے بیٹی ذرا یہ کرسی اٹھا کر دھوپ میں رکھ دے میں کچھ دیر وہاں بیٹھوں گی آج تو کچھ زیادہ ہی ٹھنڈ لگ

رہی ہے مجھے۔" انہوں نے چادر اپنے گرد کس کے لپیٹی رتبہ نے فوراً" حکم کی تعمیل کی۔

"عفو او عفو کی بچی' اب یہ چھوڑو جمعدارنیوں والا کام اور فٹافٹ ناشتا بناؤ میرے لیے میں نہانے جارہا ہوں نہا کر آؤں تو ناشتا میز پر ہونا چاہیے سمجھیں۔" جویریا آواز بلند عفت کو حکم دے رہا تھا۔

"میں فارغ نہیں ہوں ایک تو اتنا بے وقت اٹھے ہیں اب ان کے لیے ناشتا بناؤ ذرا صبر کریں دوپہر کا کھانا بن جائے گا تو ساتھ ہی کھالیجیے گا۔" وہ مصروف تھی صاف انکار کردیا۔

"افوہ امی دیکھ رہی ہیں اس عفت کی بچی کو ذرا سا ناشتا نہیں بنایا جارہا۔" جویر نے باتھ روم میں گھسنے سے پہلے تلملا کر ثروت چچی سے شکایت جڑی۔

"ارے وہ بھی کیا کرے صفائی میں لگی ہے فارغ تو نہیں تم نہاؤ جاکر میں بنادیتی ہوں ناشتا۔" وہ مشین پر جھکی قمیص سی رہی تھیں عفت کا دفاع کیا پھر اسے تسلی دے کر اٹھنے لگیں تو رتبہ بولی۔

"آپ بیٹھیے چچی جان میں ناشتا بنادیتی ہوں۔"

"خدا تیرا بھلا کرے خوش رہ بچی۔" وہ مطمئن ہو کر دوبارہ بیٹھ گئیں وہ کچن میں چلی گئی جب تک اس نے ناشتا تیار کیا جویر نہا کر آگیا تھا اور اب ٹیبل بجا بجا کر شور مچا رہا تھا۔

"ہائے کیسا بے صبرا ہے یہ لڑکا ذرا صبر نہیں۔" دھوپ بے حد تیز تھی دادی اٹھ کر اندر آگئیں۔

"اللہ جویر بھائی تھوڑا اطمینان تو رکھیں لارہی ہوں۔" رتبہ نے لپک جھپک ٹیبل سجائی۔

"توبہ ہے دوسروں کے ہاتھ پاؤں پھلا کر رکھ دیتے ہیں لیجیے لگ گیا ناشتا" بھاگ دوڑ میں اس کی سانس پھول گئی تھی مگر اپنے کارنامے پر خوش تھی ٹیبل سجا کر بے اختیار گردن اکڑائی۔

"ہائیں یہ ناشتا ہے؟۔" جویر تو چیخ پڑا لیکن سٹپٹا کر پہلے تمام لوازمات دیکھے پھر اسے جیسے یقین آگیا ہو کہ جو کہا گیا ہے یہ سب وہی ہے۔

"ہاں کیوں کیا ہوا۔؟" اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ وہ گھبرا گئی ایک نظر ٹیبل پر دوڑائی سب کچھ تو ٹھیک تھا اور وہ پلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"اف خدایا یہ کیا ہے۔؟"

"پراٹھا ہے۔" رتبہ کو حیرت ہوئی وہ کچھ دن گھر سے دور رہا تھا اور پراٹھے کی شکل بھول گیا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ واٹ ڈیفرینٹ پراٹھا۔" جویر نے چٹکی سے پکڑ کر ہوا میں لہرایا اور بولا۔

"ویسے یہ مجھے پراٹھا کم اور سری لنکا کا نقشہ زیادہ لگ رہا ہے اور یہ تم نے غالباً" آملیٹ بنانے کی کوشش کی ہے۔" دوسری پلیٹ اٹھا کر وہ اپنی آنکھوں کے انتہائی نزدیک لے گیا۔

"اف جویر بھائی! بہت خراب ہیں آپ' نقص کیوں نکال رہے ہیں؟۔" اسے برا لگا تھا جویر کا یوں مضحکہ اڑانا اور وہ سنجیدہ تھا۔

"نقص نہ نکالوں تو اور کیا کروں لڑکی کل کلاں کو تم نے اگلے گھر بھی جانا ہے اگر وہاں بھی ایسے ہی پراٹھے اور آملیٹ بناتی رہیں تو خوب نام روشن کروگی ہمارا سسرال والے تو یہیں کہیں گے ناں کہ آئے ہائے کیسی پھوہڑ بہو ہے ماں نے کچھ سکھا کر نہ بھیجا ایک پراٹھا تک تو بنانا آتا نہیں اسے ارے ڈنڈے پڑا کریں گے تمہیں ساس الگ شامت بلائے رکھا کرے گی اور میاں الگ' ایسے لنکا کے نقشے کھا کھا کر کیا حالت ہوا کرے گی اس بے چارے کی مجھے تو ابھی سے اس پر ترس آرہا ہے چچ چچ۔"

"افوہ دادی دیکھیں جویر بھائی کو" وہ اس کی باتوں پر جھینپتی پاؤں پٹخ کر دادی کے آگے فریاد کناں ہوگئی وہ ہنس رہی تھیں ثروت چچی بھی مسکراتی نظر آئیں عفت ہنستی ہوئی کمرے سے نکلی۔

"خدا کے لیے جویر بھائی نہ تنگ کریں اسے۔" رتبہ کی گلابی معصوم صورت پر اسے ترس آیا تھا۔

"لو میں کیا تنگ کررہا ہوں ٹھیک تو کہہ رہا ہوں تم خود آکر دیکھو یہ لنکا کا نقشہ ہے کہ نہیں" وہ اپنی بات پر مصر تھا۔

"اگر یہ لنکا کا نقشہ ہے بھی تو آپ سے مطلب آپ کا واسطہ صرف کھانے سے ہے بسم اللہ پڑھ کر کھائیں۔"

"ارے واہ کیسے کھالوں تم خود انصاف کرو اسے کھانے کے بعد کیا حالت ہو سکتی ہے میری' بالفرض لنکا کی قوم تک یہ اطلاع پہنچ گئی کہ میں ان کا وطن کھا گیا ہوں تو ذرا سوچو وہ کیا حشر کریں گے میرا۔" وہ خاصا دور اندیش تھا عفت نے قہقہہ لگایا۔

وہ ایک بار پھر تمام اشیائے خورد و نوش پر جھک کر از سر نو جائزہ لینے لگا رتبہ کا ضبط جواب دے چکا تھا

"نہیں کھانا تو نہ کھائیں لائیں ادھر دیں مجھے ایک تو ناشتا بنا کر دیا اس پر ہزار کیڑے نکال رہے ہیں آپ کا تو کوئی کام کرنا ہی نہیں چاہیے احسان ماننا تو درکنار دوسرے کو جلا کر رکھ دیتے ہیں" وہ بری طرح تپ گئی تھی جھپٹ کر پلیٹیں اپنے قبضے میں کرنی چاہیں جویریہ نے واویلا مچا دیا۔

"اوہ تم بھی بالکل پاگل ہو بھائی تو مذاق کر رہے ہیں اور تم ناراض ہو گئیں چلو ادھر آؤ۔"

"چھوڑو جانے دو مجھے۔" وہ روہانسی ہو گئی تھی جویریہ اکثر ان پر رعب تو جماتا ہی تھا مگر کبھی مذاق بھی کرتا تو ایسا کہ رلا دیتا اس کی پلکوں پر نمی اتر آئی تھی یوں بھی اس کا چڑیا سا دل تھا ذرا کسی نے کچھ کہا ڈانٹا تر چھی نظر سے دیکھا تو وہ رو پڑتی جویریہ خوب واقف تھا اس کی کمزوری سے کبھی کبھار جان بوجھ کر اسے ڈانٹتا یا تنگ کرتا کہ اس کی پلکیں بھیگ جاتیں اب بھی وہ مسکراتا ہوا اس کی کیفیت سے حظ اٹھا رہا تھا پلکیں جھپکاتی وہ آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی عفت اسے تھامے واپس لے آئی اور دھکیلتی کمرے میں لے جانے لگی جاتے جاتے اس نے سنا جویریہ کہہ رہا تھا

"ویسے کیا ذائقہ ہے اپنی تبو رانی کے ہاتھ میں' اتنا زبردست آملیٹ بنایا ہے کہ مزا آگیا اور یہ پراٹھا ملاحظہ ہو بغیر پر کار کے ایسا دنیا کا نقشہ کھینچا ہے کہ آہا بھئی کمال ہے"

"اور تم نے خوامخواہ بچی کو رلا دیا" دادی نے اسے گھورا

"وہ تو میں اسے یونہی تنگ کر رہا تھا" وہ ڈھٹائی سے ہنس پڑا

"بہنوں کو تنگ کرتے ہو شرم تو نہیں آتی تمہیں"

ثروت چچی نے بھی اس پر آنکھیں نکالیں۔

"ارے امی ان بلیوں کو تنگ کرتا ہوں تو اتنا ہی خیال بھی رکھتا ہوں اس بات کی گواہ آپ کے پاس بیٹھی ہیں کیوں دادی" وہ چائے کا کپ لے کر ان کے پاس آبیٹھا

"بہت شریر ہو گیا ہے تو لڑکے" انہوں نے پیار سے اس کی پشت پر دھپ لگائی

*_*_*

آج کے دن کی شروعات ہی اس کے لیے اچھی نہیں ہوئی تھیں صبح دیر سے آنکھ کھلی نماز فجر قضا ہو گئی اور ان دونوں باتوں پر دادی نے اس کی کھچائی کر ڈالی سویرے ہی اچھا خاصا لیکچر کھول کر بلا دیا جس پر اس کا موڈ تو آف ہوا ہی اوپر سے عفت نے آکر جلدی جلدی کا شور مچا کر اسے بوکھلا کر رکھ دیا بھاگم بھاگ وہ ناشتا بھی نہ کر پائی اور بھوکی ہی کالج کے لیے روانہ ہو گئی اس پر مستزاد پہلے پیریڈ میں ہی میڈم بخاری سے نوٹس مکمل نہ ہونے پر ٹھیک ٹھاک ڈانٹ پڑ گئی اور اس پر بس نہیں' کلاس آف ہونے پر وہ بڑے غصے سے بڑبڑاتی سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ بے دھیانی میں پاؤں مڑ گیا دھڑام سے نیچے جا گری اور اس کی حالت پر پیچھے لڑکیوں کے غول نے جو قہقہے لگائے اس پر بیک وقت خجالت اور تکلیف سے دوہری ہو گئی کلاس میں شرمندگی الگ ہوئی تھی گرنے سے الگ گویا آج شامت اعمال کا دن تھا

اب گھر آتے ہی یہ دیکھ کر تو رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے کہ صبح جس حالت میں وہ اپنا کمرہ چھوڑ کر گئی تھی وہ جوں کا توں تھا اور اس کا کمرہ ہی کیا پورا گھر ہی تلپٹ ہوا پڑا تھا باہر صحن میں گرد اور سوکھے پتے اڑتے پھر رہے تھے دالان میں ویسے ہی چیزیں بکھری پڑی تھیں برابر کے کمروں میں بھی ہر چیز اوندھی تھی حتیٰ کہ کچن میں ناشتے کے برتن بھی ابھی تک یہاں وہاں بکھرے ہوئے تھے اچھا خاصا پھیلاوا تھا ہر طرف گندگی اور بے ترتیبی منہ چڑا رہی تھی جو اس کی نفاست پسند طبیعت پر خاصی گراں گزری

کالج سے تھکی ہاری لوٹی تھی اور اب آتے ہی یہ

سب دیکھ کر اس کا سر چکرا گیا امی تو گھر میں تھی نہیں کل چھوٹے ماموں کے ہاں گئی تھیں انہوں نے آنے ہی نہ دیا وہ چند روز کے لیے وہیں ٹھہر گئی تھیں دادی صبح ناشتے کے بعد اور ثروت چچی کے پاس چلی جاتی تھیں اور پھر دوپہر کو نیچے اترتیں اس نے کھولتے دل و دماغ کے ساتھ رمیز بھائی کے بیڈ روم میں جھانکا

فریال بھابھی آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی جانے سو رہی تھیں کہ جاگ رہی تھیں قریب ہی نہال اودھا سو رہا تھا فراز بیٹھا اپنی گاڑی سے کھیل رہا تھا اس کمرے کی حالت بھی ابتر تھی لگتا تھا آج ملازمہ نہیں آئی تھی اور فریال نے بھی کسی کام کو ہاتھ نہیں لگایا' رتبہ کا جی جل کر خاک ہو گیا

اگر امی گھر پر ہوتیں تو مجال تھی اتنی گندگی اب تک نظر آتی انہیں تو صفائی کا خبط تھا۔ خود ملازمہ کے سر پر کھڑے ہو کر سارے گھر کی ڈسٹنگ کرواتیں اور جس دن ملازمہ چھٹی کرتی اس دن وہ خود ہی سارے گھر کو چمکا کر رکھ دیتیں۔ اور آج ان کی غیر موجودگی میں کیسے بھوت ناچ گئے تھے یہاں۔ اگر وہ ایسا حال دیکھ لیں تو۔

"اف بھابھی کو تو کچھ نہیں کہیں گی میرے ہی لتے لے ڈالیں گی۔" وہ پاؤں پٹخ کر پلٹ گئی فراز نے اس کی جھنجھلاہٹ دیکھی تو کھلونے چھوڑ کر بھاگا آیا۔

"پھوپھو آگئیں۔" وہ اس سے آکر یوں لپٹ گیا جیسے صدیوں کا بچھڑا ہوا ہو۔

"کیا ہے پرے ہٹو۔" وہ پہلے ہی چڑی ہوئی تھی فراز کے اس والہانہ خیر مقدم پر برافروختہ ہو گئی اسے کھینچ کر الگ کیا اور اس رویے پر اس بے چارے کا مسکراتا معصوم چہرہ یک لخت ماند پڑ گیا۔ وہ ابھی تک کل والے کپڑوں میں ہی تھا گلابی شرٹ پر جا بجا دھبے لگے ہوئے تھے لگتا تھا صبح سے منہ بھی نہیں دھویا اور اس کا یہ برا حشر دیکھ کر رتبہ کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

"یہ تمہاری مما کو کیا ہوا ہے ابھی تک نیند پوری نہیں ہوئی ان کی۔ گھر میں تو خیر ہے وہ کسی کام کو کم و بیش ہی ہاتھ لگاتی ہیں مگر کم از کم تمہیں تو نہلا دیتیں کتنے گندے بچے لگ رہے ہو۔" وہ اس پر برس پڑی فراز نے منہ بسور لیا۔

"مما ناراض ہیں پھوپھو صبح پاپا نے انہیں ڈانٹا تھا ناں اور پھر پتا ہے مما کو بہت غصہ آیا انہوں نے مجھے اور نہال کو ڈانٹا اور اسے تو مارا بھی۔ وہ بہت رو رہا تھا ناں بار بار ضد کر رہا تھا تنگ کر رہا تھا مما کو بھی پھوپھو میں نے انہیں بالکل تنگ نہیں کیا اگر میں انہیں ستاتا تو وہ مجھے بھی مارتیں۔" وہ معصومیت سے اسے بتا رہا تھا۔ اور رتبہ نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

"اف' یہ بھیا اور بھابھی۔ خود تو ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹتے ہی ہیں مگر مفت میں شامت ان معصوموں کی بھی آجاتی ہے۔ اب جانے کیا بات ہوئی ہوگی جس پر بھابھی نے اتنا زبردست احتجاج کیا ہے مگر یہ روز روز کے تماشے کب تک چلیں گے آخر کیسے سدھریں گے یہ دونوں۔؟" اس کا دل اور برا ہو گیا۔ اور فراز بے چارگی سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے پھوپھو۔ مما نے کھانا بھی نہیں پکایا اور نہال کو بھی دودھ نہیں دیا وہ روتے روتے سو گیا ہے۔"

"او میرے خدا!" اس اطلاع پر تو رتبہ کا جی چاہا اپنے بال نوچ لے بھابھی اتنی بے درد ہیں اسے اندازہ نہ تھا ان کا اپنا بھوکا رہنا تو سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ان کا احتجاجی رد عمل تھا مگر ان بے چاروں کا کیا قصور انہیں کس بات کی سزا دے رہی ہیں وہ اس نے بے اختیار فراز کا منہ چوم لیا۔

"ہائے میری جاں۔ بس تھوڑی دیر صبر کرو چندا! میں ابھی کھانا بناتی ہوں۔ آؤ پہلے نہال کا فیڈر بنا دیں وہ بھوکا سو گیا اف ذرا ترس نہ آیا بھابھی کو۔" وہ کچن کی طرف دوڑی۔ چولہا ٹھنڈا پڑا تھا اس نے فریج سے دودھ نکال کر گرم کیا۔ گندے برتنوں کے ڈھیر سے فیڈر ڈھونڈا۔ اچھی طرح دھویا اور اس میں دودھ انڈیل کر واپس کمرے میں آئی۔ نہال سو رہا تھا مگر اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ کتنی دیر تک روتا رہا ہے ہولے ہولے سسکیاں ابھی تک ابھر رہی تھیں رتبہ نے ایک نگاہ غلط فریال کے وجود پر ڈال کر آہستگی سے اسے اٹھایا اور کمرے سے نکل آئی۔

دالان میں بچھی سیٹی پر اسے لٹا کر اس کے منہ سے

فیڈر لگا دیا وہ شاید صبح سے ہی بھوکا تھا غٹا غٹ دودھ پینے لگا اس نے اپنے دوپٹے سے اس کا بھیگا چہرہ صاف کیا اور خوب پیار بھی۔ نہال کی طرف سے اطمینان کر کے فراز کو دیکھا وہ اس عرصے میں بہت صبر کے ساتھ اس کے آگے پیچھے گھومتا رہا تھا۔

"چلو آؤ اب ہم کھانا پکا کر کھاتے ہیں۔" اس کے بال انگلیوں سے سنوار کر اس کا منا سا ہاتھ تھامے وہ دوبارہ کچن کی جانب جانے لگی کہ اوپر سے عفت نے پکار لیا وہ حسب عادت زور سے چلا رہی تھی رتبہ بھاگ کر صحن میں آئی۔

"کیا ہے۔؟" اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا وہ بالکونی سے آدھی نیچے لٹکی ہوئی تھی۔

"تم نے کھانا کھالیا۔؟"

"نہیں۔" رتبہ نے نفی میں سر ہلایا کتنی زیادتی ہوئی تھی صبح اس نے ناشتا بھی نہیں کیا تھا نہ ہی کالج کینٹین سے وہ کچھ کھا سکی تھی اور گھر آ کر گندے خالی برتنوں نے اسے منہ چڑایا تھا۔ ایسی آفت ٹوٹی تھی آج کے روز اس کا منہ لٹکا ہوا تھا۔

"تو بس پھر اوپر آجاؤ۔" عفت نے دعوت دی۔

"امی نے تمہاری پسند کی قیمہ بریانی بنائی ہے سلاد کے ساتھ میں اتنی دیر سے بھائی کا انتظار کر رہی تھی کہ وہ آئیں تو اکٹھے کھانا کھائیں مگر پتا نہیں کہاں رہ گئے ہیں وہ میرا تو بھوک کے مارے دم نکلا جا رہا ہے اب اور انتظار نہیں کر سکتی تم جلدی سے اوپر آؤ اور کھانے میں میرا ساتھ دو۔" وہ یہ کہہ کر ہٹ گئی اور رتبہ کی آنکھیں چمک اٹھیں اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی تھی بعض اوقات خدا کس طرح غیب سے مدد کر دیتا ہے۔ ابھی وہ اس بات پر کڑھ رہی تھی کہ اگر فریال نے اتنی لاپروائی نہ برتی ہوتی تو کتنا اچھا تھا اب وہ پہلے خود محنت کرے تب کہیں فراز کی اور اپنی بھوک مٹا سکے گی خوب دل جل رہا تھا اس کا اور اب وہ بے اختیار خدا کی مشکور ہوئی اس نے ایک مشکل سے بچا لیا تھا فراز کو ساتھ لیے وہ اوپر چلی آئی۔ چچی اور دادی نے پہلے ہی کھانا کھا لیا تھا۔ عفت اس کی منتظر تھی۔ فراز کو اٹھا کر اپنے برابر بٹھاتے اس نے جلے دل کا پھپھولا پھوڑا۔

"خدا بھلا کرے بھابھی کا آج تو حد ہی کر دی ہے انہوں نے۔"

"خیریت کیا ہوا؟" پلیٹ اس کے آگے رکھتے عفت نے چونک کر پوچھا۔ تو اس نے تمام کتھا کہہ سنائی۔

"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ان دونوں ہستیوں میں سے بیوقوف کون ہے بھیا یا بھابھی۔ آخر آئے دن یہ ہنگامہ کیوں ہوتا ہے ان کے درمیان" وہ جھلائی ہوئی تھی۔

"میرا تو خیال ہے دونوں ہی بیوقوف ہیں بلکہ احمق۔" عفت نے مزے سے رائے زنی کی۔

"اب دیکھو ناں شادی کو تقریباً" پانچ برس ہونے کو آئے ہیں اور اب تک یہ دونوں ایک دوسرے کا مزاج ہی نہیں سمجھ سکے۔ ایک دوسرے کی پسند و ناپسند سے پوری واقفیت نہیں جو کھچاؤ شروع دنوں میں ہی ان کے درمیان ہوا تھا وہ آج تک ہے۔ بھابھی بھیا سے کٹی کٹی رہتی ہیں اور وہ بھی الگ الگ نہ تو بھابھی نے کوئی کوشش کی بھیا کے قریب ہونے کی اور نہ ہی انہوں نے بلکہ مجھے تو زیادہ قصور بھیا کا ہی لگتا ہے وہ اکثر ایسی بات کر جاتے ہیں جو بھابھی کو پسند نہیں اور سب سے بڑھ کر تو ان کا وہ گڑیاؤں والا شوق۔ وہ تو بھابھی کی چڑ ہے۔"

"مگر بھابھی خود بھی تو کم بیوقوف نہیں ہیں۔" ساری بات بھائی پر آتے دیکھ کر وہ جلدی سے بولی۔

"اگر بھیا کو ایک چیز پسند ہے اور انہیں نہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ مصالحت سے کام لیں آہستہ آہستہ شوہر پر اپنی بات واضح کریں انہیں سمجھائیں مگر وہ تو جھٹ سے دوسروں کو رد کرنا اور ناراض ہونا جانتی ہیں۔ اس روز بھیا اس گڑیا کے علاوہ ان کے لیے بہت خوبصورت سوٹ اور جیولری لے کر آئے تھے مگر وہ سب ان کے ناک تلے نہیں آیا اتنی بے دردی سے انہوں نے سب کچھ بھیا کے آگے پٹخ دیا تھا بھلا یہ کوئی طریقہ ہوتا ہے وہ کتنے پیار سے لائے ہوں گے سب کچھ اور انہوں نے ذرا جو ان کے احساسات کا خیال

کیا ہو۔ پتا نہیں بھابھی ایسی کیوں ہیں۔" وہ الجھن کا شکار تھی عفت مسکرائی۔

"شکر ہے خدا کا میرا واسطہ اس قسم کی بھابھی سے نہیں پڑے گا۔ اس معاملے میں تو خوش نصیب ہوں گی میں۔" اس کی آنکھوں میں اطمینان تھا۔

"ہونہہ کہنے کی باتیں ہیں شادی کے بعد ہر بھائی بھائی ہی بن جاتی ہے۔" اس نے کلس کر چمچہ پلیٹ میں پٹخا فریال کے بارے میں پہلے اس کے خیالات بھی اسی قسم کے ہوا کرتے تھے۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر تم جانتی ہو عمارہ آپی ایسی نہیں ہیں۔ ان کا مزاج کتنا شگفتہ ہے ہمہ وقت مسکراتی رہتی ہیں اور اپنی مسکان سے دوسروں کو بھی خوش رکھتی ہیں۔ صورت کیا سیرت کی بھی بے مثال ہیں وہ۔" عفت کے لہجے میں پیار گھلا تھا۔ وہ شانزہ پھوپھو کی اس بیٹی کا ذکر کر رہی تھی جسے سات سال پہلے بزرگوں نے باہم رضامندی کے ساتھ جویریہ سے منسوب کر دیا تھا باقاعدہ منگنی کی رسم تو ادا نہیں کی گئی تھی مگر زبانی طور پر ان دونوں کی بات طے تھی۔ عمارہ شکلا" اور مزاجا" بہت پیاری لڑکی تھی خوش لباس، خوش اطوار اور خوش گفتار اپنی سحر انگیز شخصیت سے مقابل پر چھا جانے کا ہنر اسے بخوبی آتا تھا اس کی مسکان اور دھیما لہجہ بے اختیار دوسروں کا دل موہ لیتا۔ جویریہ تو اس کا شیدائی تھا ہی۔ عفت بھی کم دیوانی نہیں تھی اپنی عمارہ آپی کی، اچھی تو وہ رتبہ کو بھی بہت لگتی تھی مگر اسے تجربہ تھا اس لیے کہنے لگی۔

"ہاں تو شادی سے پہلے فریال بھابھی کیا کم شگفتہ مزاج تھیں یاد نہیں ہے جب بھی ان کے گھر جاتے تھے تو کتنے پیار سے ملا کرتی تھیں اور ہر وقت کسی نہ کسی کام میں جتی نظر آتیں اور اب اگر دوپہر کے برتنوں کے علاوہ رات کے کھانے کے برتن بھی دھونے پڑ جائیں تو اعلیٰ مزاجی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ان کی۔"

"بھئی ہر کسی کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے میں تو اتنا جانتی ہوں عمارہ آپی ایسی ہرگز نہیں ہوں گی؟۔" عفت کسی طور اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔" رتبہ نے نوالہ کڑوے حلق سے نیچے دھکیلا۔

"انشاء اللہ دیکھنا تم۔" وہ بہت رغبت سے کھا رہی تھی اور باوجود شدید بھوک ہونے کے اس سے زیادہ نہیں کھایا گیا جلد ہی ٹیبل سے اٹھ گئی۔

"کیا ہوا کھاؤ ناں۔" عفت نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"نہیں بس اب دل نہیں چاہ رہا میں نیچے جا رہی ہوں ڈھیر سارا کام پڑا ہے سارا گھر گندا ہے کچن میں دھلنے والے برتن بھی ویسے ہی پڑے ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم چلو میں آکر تمہاری مدد کرواتی ہوں اور ہاں بھابھی کے لیے کھانا تو لیتی جاؤ بھوکی ہوں گی وہ اگر وہ بے حس ہیں تو ہمیں ہرگز نہیں ہونا چاہیے تم کچن میں سے ان کے لیے گرم کھانا نکال لو اور جا کر پہلے انہیں کھلاؤ۔" عفت کے کہنے پر اس نے نہ صرف سر ہلایا بلکہ عمل بھی کیا۔ یہ اور بات کہ نیچے آکر اسے فریال کے ہزار ہا نخرے سہنے پڑے جسے اس نے بحالت مجبوری کڑوے گھونٹ کی طرح برداشت کیا ورنہ تو جو کچھ آج اس نے کیا تھا اس پر رتبہ کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی جھگڑالو نند کی طرح اسے خوب ڈانٹے مگر آہ۔ ایسا وہ کر نہیں سکتی تھی حقیقت میں تو کیا خواب میں بھی نہیں وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھی اس کے آگے۔

"اے خدا جتنی اچھی شکل دی اتنا ہی اچھا مزاج کیوں نہ دیا انہیں۔" اس نے بے حد حسرت سے فریال کو دیکھا تھا۔

*_*_*

رقص میں رات ہے بدن کی طرح
بارشوں میں ہوا میں بن کی طرح
چاند بھی میری کروٹوں کا گواہ
میرے بستر کی ہر شکن کی طرح
چاک ہے دامن قبائے بہار کا
میرے خوابوں کے پیرہن کی طرح
زندگی تجھ سے دور رہ کر میں

کاٹ لوں گی جلا وطن کی طرح
مجھ کو تسلیم، میرے چاند کہ میں
تیرے ہمراہ ہوں گہن کی طرح
بارہا تیرا انتظار کیا
اپنے خوابوں میں دلہن کی طرح

"واہ کیا شاعری ہے کیا انداز سخن اور کیا ذوق؟۔"
جویریہ پوری غزل پڑھ کر بری طرح جھوما تھا اور وہ جو اس کے ہاتھ میں اپنی نوٹ بک دیکھتے ہی دم سادھ گئی تھی اس خوف سے کہ اب تو شامت آئے ہی آئے مگر اسے پھڑکتا دیکھ کر ایک دم کھل گئی۔

"اچھی غزل ہے ناں جویریہ بھائی۔" وہ یوں خوش ہوئی جیسے اس کی اپنی غزل ہو۔

"ہاں بہت اچھی غزل ہے کس شاعر کی ہے؟" جویریہ نے اس کا مسکراتا چہرہ دیکھا پھر نوٹ بک کی ورق گردانی شروع کر دی گویا ایسی ہی دوسری غزل کی تلاش ہو۔

"ارے یہ کسی شاعر کی نہیں یہ تو ہر دلعزیز شاعرہ پروین شاکر کی غزل ہے۔ کمال ہے جویریہ بھائی آپ کو علم ہی نہیں اور ہو بھی کیسے آپ کو تو شاعری سے لگاؤ ہی نہیں۔" رتبہ کو اس بات پر افسوس تھا پھر ایک دم جوش میں آتے ہوئے بولی۔

"پتا ہے جویریہ بھائی میں نے پروین شاکر کی "خوشبو" پڑھی تھی لیجی اتنی غضب کی شاعری ہے اس میں کہ کیا بتاؤں، یہ غزل میں نے اس میں سے اتاری تھی۔ اچھی ہے ناں آپ کو پسند آئی۔"

"بہت اب یہ بتاؤ اور کون کون سی خوشبوئیں پڑھی ہیں تم نے؟" جویریہ نے زور سے نوٹ بک بند کر کے بری طرح اسے گھورا وہ اپنی ہی دھن میں تھی جھومتے ہوئے بتانے لگی۔

"پروین شاکر کی، احمد فراز کی اور... اور..." وہ آنکھیں موندے بتاتی چلی گئی۔

"رتبہ... رتبہ..." عفت کو کھلی آنکھوں سے لحظہ بہ لحظہ بگڑتے جویریہ کے تیور صاف نظر آ رہے تھے اس کے پیر پر پیر مار کر خبردار کرنا چاہا۔

"آئے ہائے کیا ہے؟۔" چوٹ پڑتے ہی رتبہ نے تڑپ کر آنکھیں کھولیں سامنے ہی جویریہ کا سرخ ہوتا چہرہ تھا۔

"شاباش، خوب کام کیا ہے۔" اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں مگر سکون سے پوچھنے لگا۔

"اب شرافت سے یہ بھی پھوٹ دو کہ تمہیں یہ تمام کتابیں ملی کہاں سے۔"

"وہ... وہ لگ... کالج کی لائبریری سے۔" رتبہ کا حلق خشک ہو گیا۔ اس نے بے چارگی سے عفت کو دیکھا جس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس درجہ بیوقوفی کا ثبوت دینے پر اس کا سر توڑ دے۔

"بھلا کیا سوجھی تھی فرفر کتابوں کے نام گنوانے کی کم عقل الٹے دماغ والی، زیادہ ہی سچ بولنے کا خفقان رہتا ہے۔" وہ دانت پیس رہی تھی۔

"ہوں، کالج لائبریری سے وہاں سے اس قسم کی کتابیں لے کر پڑھتی ہو تم۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا اسکیل زور سے کرسی کے ہتھے پر مارا اور ان دونوں کی جان ہوا ہو گئی اب تو خیریت ناممکن تھی۔ آگیا تھا وہ اپنی اسی جلاد صفت جون میں۔

"مجھے پہلے ہی شک تھا کہ میری غیر موجودگی کا تم دونوں ضرور فائدہ اٹھاؤ گی پڑھو گی ایسا ہی فضول میٹر۔ کتنی تاکید کر کے گیا تھا میں کہ فضول قسم کی کتابوں کے مطالعہ میں وقت ضائع کرنے کے بجائے سلیبس کی کتابیں پڑھنے میں وقت صرف کرنا مگر اثر نہیں ہوا تم دونوں پر مانی نہیں میری بات پڑھتی رہیں وہی بے مصرف کتابیں۔" وہ گرج رہا تھا۔

"ایسے تو نہ کہیں جویریہ بھائی کتاب تو کتاب ہوتی ہے۔ کوئی چھوٹی سی کتاب بھی کبھی بے مصرف نہیں ہوتی۔" رتبہ نے ہمت کر کے اسے ٹوکا۔

"چپ کرو کتاب کی بچی۔" وہ دھاڑا۔ اس نے زور سے آنکھیں بند کر لیں۔

"اور تم... تم دکھاؤ ذرا اپنی نوٹ بک دیکھوں تم نے کس قسم کی اعلیٰ شاعری سے صفحے کالے کیے ہیں۔" اس سے نبٹ کر وہ عفت کی طرف پلٹا جس کا اس کی بات سے ہی رنگ اڑ گیا تھا۔

"مم... میں نے کچھ نہیں لکھا اپنی نوٹ بک پر وہ تو

میں نے۔" اس نے زبان دانتوں میں دبائی۔ شکر ہے ابھی اس کے حواس اتنے مختل نہیں ہوئے تھے بروقت دھیان آگیا تھا کہ کیا کہنے جارہی ہے۔ جویر نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا۔

"خوب بدتمیز ہوگئی ہو تم دونوں نافرمانی اور دروغ گوئی بھی کرنے لگی ہو شرم نہیں آتی۔ ابھی قائداعظم کے چودہ نکات یا سرسید کی سوانح عمری کے متعلق پوچھوں گا تو ایک لفظ نہیں بتاپاؤ گی اور اگر غزل سننے کی فرمائش کروں گا تو دس بیس فرفر سنا ڈالو گی۔ نالائق بدتمیز لڑکیاں کھڑی ہو جاؤ دونوں۔" اس نے غرا کر حکم صادر کیا شاید پھر وہی سزا دینے کا ارادہ تھا جو بچپن سے دیتا آرہا تھا جہاں کہیں ان سے کوئی شرارت اور غلطی ہوئی وہیں اس نے کھڑا کر کے ایک دوسرے کے کان پکڑوا دیئے۔ تین سال بڑا تھا ان سے مگر پیش یوں آتا جیسے برسوں کی سینیارٹی حاصل ہو۔ ہمیشہ سے ان دونوں کی جان نکالے رکھتا تھا وہ اور جب سے ان کی تعلیمی پروگریس پر دھیان دینے لگا تھا تب سے تو اور زیادہ شامت بلائے رکھتا' آئے دن ڈانٹ پڑتی رہتی انہیں۔ پڑھنے میں تو وہ ٹھیک تھیں مگر وہ ایک کائیاں تھا کوئی نہ کوئی غلطی نکال ہی لیتا اور خوب گرجتا برستا۔

"جویر بھائی پلیز۔" انہوں نے احتجاج کیا وہ اب کوئی بچیاں تو نہیں رہی تھیں جو یہ بچکانہ سزا قبول کرتیں۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔" اس کی غراہٹ بھوکے شیر کی مانند تھی وہ مارے بے بسی کے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

"رتبہ او بچی میری تسبیح کہاں رکھی ہے تم نے۔" دادی اندر کمرے میں آئیں تو وہ دوڑ کر ان سے جا لپٹیں۔

"ہائے ہائے کیا ہوا ہے۔؟" ان کے یوں چمٹ جانے پر وہ حیران ہوئیں۔

"دادی جویر بھائی کو دیکھیں ڈانٹ رہے ہیں ہمیں۔" عفت نے منہ بسور کر شکایت جڑی۔

"کیوں۔؟ کیا ہوا ہے لڑکے۔؟ کیوں ڈانٹ رہے ہو بچیوں کو؟۔" انہوں نے خود شکایت کا نوٹس لیتے ہوئے باز پرس شروع کی۔

"ہونہہ۔ بچیاں۔ یہ بچیاں نہیں دادی بڑی گھنیاں ہیں پڑھنے کی چور۔ آپ کو پتا ہے میں جتنے دن گھر سے باہر رہا ہوں میرے پیچھے انہوں نے بالکل پڑھائی نہیں کی اس بار امتحان میں فیل ہونے کا ارادہ ہے ان کا۔"

"آئے ہائے۔ خدا نہ کرے ایسے تو نہ کہو تمہارے پیچھے بھی سارا سارا دن پڑھتی رہی ہیں یہ غریب تو۔ تم ناحق ناراض ہو رہے ہو۔" دادی کو اپنی معصوم پوتیوں پر پیار آگیا ان کی آنکھوں دیکھی بات تھی ہر وقت تو کتابوں میں سر دیئے ہوتی تھیں وہ۔

"جی ہاں' میرے پیچھے بھی پڑھتی رہی ہیں مگر کیا یہ آپ بالکل نہیں جانتیں ذرا ان نالائقوں سے پوچھیں کس قسم کی کتابیں پڑھی ہیں انہوں نے۔" اس کا غصہ انتہا کو چھو رہا تھا۔

"افوہ ایسی بھی کیا کتابیں پڑھ لیں انہوں نے جو تم یوں لال پیلے ہو رہے ہو۔ لڑکیوں ایسی کون سی کتابیں پڑھ لیں تم نے۔" انہوں نے عینک درست کرتے ہوئے ان سے استفسار کیا۔ رتبہ منہ بسور کر ان کے کندھے سے لگ گئی۔

"ہم نے تو بس شاعری کی کتابیں اور ناول پڑھے تھے بے دھیانی میں انہیں بتادیا اس پر اتنا ڈانٹا ہے انہوں نے ہمیں۔" وہ عادتاً" چھکوں پھکوں رونے لگی عفت کی شکل بھی رونہانسی ہو رہی تھی۔

"ہائیں۔ دادی کی آنکھیں پھیل گئیں ان کی حیران نظریں جویر کے چہرے پر پڑیں پھر وہ ہنس دیں۔

"ارے لڑکے اس بات پر ڈانٹا ہے تو نے انہیں' لو بھلا یہ بھی کوئی وجہ ہے۔ مصنفین اتنا لکھتے کس لیے ہیں اس لیے کہ انہیں پڑھا جائے تو اگر ان بے چاریوں نے بھی پڑھ لیا تو ایسا کون سا جرم ہو گیا تم نے تو ان کے حواس ہی اڑا دیئے باؤلا نہ ہو تو۔ دیکھو تو کیسے رو رہی ہے بچی نہ رو چندا' یہ تو ہے بیوقوف۔" وہ رتبہ کو چمکارنے لگیں جویر کا غصہ سوا ہو گیا۔

"بیٹا تم کیوں غصہ کر رہے ہو ان پر جو پڑھنا چاہتی

ہیں پڑھنے دو انہیں اگر روکو گے تو ان کے ذہنوں کو زنگ لگ جائے گا۔ اچھا ہے، بہت کچھ پڑھ کر انہیں بھی سوچ بچار کی عادت ہو اس دنیا اور اس میں رہنے والے انسانوں کے بارے میں جان سکیں۔ جتنا پڑھیں گی اتنا ان کے علم میں اضافہ ہو گا۔" دادی نے کچھ ایسی بات سے بات کی کہ جویر چپ کا چپ رہ گیا۔ واقعی ٹھیک تو کہہ رہی تھیں اور وہ خوا مخواہ ان بے چاریوں کو ڈپٹتا رہا۔ وہ اب کوئی کم سن بچیاں تو تھیں نہیں اچھی خاصی سمجھدار لڑکیاں تھیں کیا صحیح ہے یا غلط اتنی تمیز یا آسانی کرنا جانتی تھیں۔

دراصل جویر کو سلیبس کی کتابوں کے علاوہ تاریخی ادب سے لگاؤ تھا تاریخی ناول شوق سے پڑھتا تھا وہ اور ادب شعر و شاعری سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اسے اسی لیے ان پر بھی پابندی لگادی تھی مگر جس طرح دادی نے بات کی اس سے بلا تامل قائل ہو گیا۔

"ٹھیک ہے دادی مگر ان دونوں سے کہہ دیں کہ یہ ابھی صرف اپنی کورس کی کتابوں پر توجہ دیں باقی ساری عمر پڑی ہے ایسی کتابیں پڑھنے کے لیے یہ ان کی تعلیم کا انتہائی اہم سال ہے اگر شروع سے محنت نہیں کریں گی تو آخر تک کیسے سارا کور کر سکیں گی۔"

"کرلیں گی سب کچھ، بہت ذہین ہیں میری بیٹیاں تم فکر نہ کرو۔" دادی نے ان دونوں کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔

"بس آپ سر چڑھا لیجئے انہیں پھر پڑھ لیں گی یہ۔" وہ بڑبڑا کر انہیں گھورتا کمرے سے نکل گیا۔

"اف جویر بھائی تو ناراض ہو گئے۔" رتبہ نے اسے جاتے دیکھا۔

"ہونہہ بہت ہی بے ادب ہیں۔" عفت نے منہ بگاڑا۔

"اوہ ہوں بری بات۔" دادی نے اسے سرزنش کی تو وہ جھٹ سے وضاحت کرنے لگی۔

"میرا مطلب ہے دادی بھائی کو اتنے خوبصورت ادب سے بالکل بھی لگاؤ نہیں ہے نا نہیں تو بس وہ موٹی موٹی جنگ و جدل کے کارناموں اور بہادروں کی کتابیں پڑھنے کا شوق ہے۔ توبہ اتنا خشک مزاج بھی نہیں ہونا چاہیے انسان کو آج کے دور میں کون ہے ایسا جسے شاعری سے دلچسپی نہ ہو۔ مگر بھائی کو تو چڑ ہے شاعری سے میں سوچ رہی ہوں جب یہ عمارہ آپی کو کارڈز وغیرہ بھیجتے ہوں گے تو اس میں کیا لکھتے ہوں گے کیونکہ کسی عمدہ شعر کے بغیر کارڈ لکھنے کا تو مزا ہی نہیں آتا۔"

"لکھتا کیا ہے، لکھتے ہوں گے کوئی تاریخ ساز جملہ" رتبہ ہنس پڑی۔ عفت نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہیں عمارہ کی یاد آگئی۔ آج اسے کویت گئے پورے تین ماہ ہوئے تھے جانے وہ وہاں اپنے بڑے بھائی کے پاس جا کر کتنی مصروف ہو گئی تھی کہ یہاں کی یاد ہی نہیں آرہی تھی۔ اس تمام عرصے میں اس نے سوائے ایک فون کے کوئی خط بھی نہیں لکھا تھا جویر کے ساتھ ان دونوں کو بھی شدت سے انتظار تھا۔

"اف عمارہ آپی۔ جلدی سے واپس آجائیں تاکہ جویر بھائی کے موڈ کی گرمی کچھ تو کم ہو۔" ان دونوں نے شدت سے دعا کی۔

*_*_*

دادی آج پرانے قصے چھیڑے بیٹھی تھیں اپنے زمانے کی وہ باتیں جو آج کی نسل کو کسی مافوق الفطرت داستان کا حصہ معلوم ہوتی تھیں کیونکہ اس دور کا ٹھہراؤ، رکھ رکھاؤ رہن سہن، میل ملاپ اور تمام دستور زندگی آج کے دور سے بہت حد تک مختلف تھے۔ وہ سادہ لوح اور منکسر المزاج لوگوں کا زمانہ تھا اور آج کے تو ہر ذی روح کے اندر عجب سی بے چینی سرایت کر گئی ہے۔ انسان جتنی ترقی کر گیا ہے سکون اطمینان کے معاملے میں اتنی ہی تنزلی مقدر بن گئی ہے۔

پہلے کا انسان ایک دوسرے کا ہمدرد اور ہر اچھے برے میں ایک دوسرے کا شریک حال تھا اور اب تو ایک انسان کو اپنے برابر دیوار پار رہنے والے کی خبر نہیں ہوتی۔ بہت اچھے تھے وہ دن جب لوگ سادگی، قناعت، کفایت اور بے انتہا صبر و شکر سے زندگی بسر کرتے تھے اور آج کے لوگوں کا وہ حال ہے کہ خدا ہاتھ اور دامن بھی بھر دے تب بھی شکر کا کلمہ ان کی زبان پر

نہیں۔ کسی نہ کسی کمی کا رونا پڑا ہی رہتا ہے انہیں۔"
دادی کل اور آج کا تجزیہ بڑی گہری نگاہ سے کر رہی تھیں وہ تینوں بہت دھیان سے ان کی باتیں سن رہے تھے کتنی سچی اور کھری باتیں کر رہی تھیں وہ۔ دادی نے انہیں اپنے خاندان کے بارے میں بھی بتایا اور اپنی کئی باتیں' وہ اپنی زندگی کے سنہرے ادوار یاد کر رہی تھیں خوبصورت بچپن اور پھر وہ حسین جوانی کے دن۔
"ہائے ہائے کیا دن تھے وہ بھی۔" انہوں نے بے اختیار ایک ٹھنڈی سانس لی۔
"اس زمانے میں تو گانے بجانے والوں کو بھانڈ اور میراثی کہا جاتا تھا۔ کوئی عزت نہیں تھی ایسے لوگوں کی جو عورت گاتی تھی اسے تو بہت ہی برا سمجھا جاتا تھا اس دور کے شریف اور اونچے گھرانوں کی بہو بیٹیوں کے لیے گانا تو انتہائی معیوب فعل تھا مجال ہے جو کبھی ہم نے گانا سنا یا گایا ہو اور آج کل تو ہر طرف سے یہی منحوس پکاریں اٹھتی ہیں اور میں تو حیران ہوں گانے والوں کو اب کس اونچے سنگھاسن پر بٹھا دیتے ہیں لوگ۔ اف توبہ قیامت کی نشانیاں ہیں یہ سب۔"
انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔
"دادی آپ کے زمانے میں شادی کی رسمیں کیسی ہوتی تھیں۔" رتبہ کو پہلا خیال یہی آیا ان کی بات سن کر۔
"شادی والے گھر کے آنگن میں جب تک ڈھولک نہ بجے تب تک کسی بھی رسم میں مزا ہی نہیں آتا۔" اسے اچھی طرح یاد تھا شانزہ پھوپھو کی بڑی بیٹی ثمرہ آپی اور پھر رمیز بھائی کی شادی پر ان سب نے خوب بلا گلا کیا تھا۔ مہینہ بھر پہلے گھر میں ڈھولک رکھی گئی تھی رات رات بھر وہ اپنی ڈھیر ساری کزنز کے ساتھ مل کر گلے پھاڑا کرتی تھیں کیسا میلہ لگا تھا ان دنوں گھر میں۔
"ارے بھئی اس دور میں بھی ہوتی تھیں ساری رسمیں اور تب گانے بجانے کے لیے میراثنوں کو بلوایا جاتا تھا وہی رونق لگاتی تھیں آکر۔" دادی نے بتایا۔
"کیا آپ کی شادی میں بھی ایسا ہی ہوا تھا دادی۔"
جویریہ نے بند مٹھی ٹھوڑی سے لگا کر بڑے اشتیاق سے پوچھا اور اس سوال پر یک لخت ان کا چہرہ سرخ ہو گیا شاید کوئی یاد پھم سے ذہن کا پردہ ہٹائے چلی آئی تھی۔ چند لمحوں کے لیے وہ کہیں کھو سی گئیں پھر مسکرا کر بولیں۔
"نہیں میری شادی پر ایسا نہیں ہوا تھا کیونکہ ہمارے ابا جی خدا انہیں غریق جنت کرے بڑے نمازی اور پرہیز گار تھے ڈھول تاشے سخت ناپسند کرتے تھے اس لیے ہمارے گھر میں کسی شادی پر بھی ایسا ہنگامہ نہیں ہوا تھا۔"
"اوئے ہوئے' یعنی بالکل پھیکی پھیکی ہوئی تھی آپ کی شادی۔"
رتبہ نے یوں ناک چڑھائی جیسے اس بات پر بے حد افسوس ہوا ہو اور دادی کو اس کی بھولی صورت اور معصوم ادا پر پیار آگیا۔
"مگر میں تمہاری شادی بالکل پھیکی پھیکی نہیں کروں گی خوب دھوم دھام سے بیاہوں گی اپنی گڑیا کو۔" انہوں نے ہنس کر اسے ایک چپت لگا دی۔
"دادی۔" وہ ٹھنک کر شرماتی ان کی گود میں گھس گئی۔
"بالکل ٹھیک دادی ہم اپنی تبو رانی کی شادی ایسی کریں گے کہ دنیں لوگوں کو یاد رہے گی۔" جویریہ بھی ہنس دیا۔
"اللہ جویریہ بھائی آپ بھی۔" مارے شرم کے رتبہ کا دل دھک دھک کرنے لگا شکایتی نظروں سے اسے دیکھا وہ دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھے بے فکری سے کرسی پر جھولتا ہنس رہا تھا۔
"مگر ایک بات ہے جویریہ بھائی اپنی تبو کی شادی کریں گے کس سے۔" سنجیدہ بیٹھی عفت دور کی کوڑی لائی۔
"ارے بھئی کل چلنا میرے ساتھ پکڑ لائیں گے چڑیا گھر سے کوئی اچھا سا بندر۔" وہ ہنوز جھول رہا تھا۔
"اف۔ دادی دیکھیں جویریہ بھائی کو۔" رتبہ نے بلبلا کر صدائے احتجاج بلند کی کیا باتیں ہو رہی تھیں' اور اب کیا ہو گئی تھیں۔ دادی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جویریہ کو گھورا۔

"بری بات ہے جویر۔ بہت اوٹ پٹانگ بولنے لگے ہو تم۔ خدا نصیب اچھے کرے میری بچی کے کسی اچھے انسان سے شادی کریں گے اس کی" وہ پیار سے اس کے بال سنوار رہی تھیں۔

"ویسے میں نے تو یہ سنا ہے دادی پہلے کسی زمانے میں بندر بھی انسان ہی ہوا کرتے تھے اب یہ ہے کہ جدید زمانے کے ساتھ ان کی شکل و جسامت ذرا سی بدل گئی ہے۔" جویر کی آنکھوں میں اب تک شرارت مچل رہی تھی۔ عفت نے زوردار قہقہہ لگایا دادی نے بمشکل مسکراہٹ روکی البتہ وہ بری طرح چڑ کر واک آؤٹ کر گئی۔ بڑبڑاتی اپنے کمرے میں جا گھسی۔ باہر دادی جویر کو ڈانٹ رہی تھیں جس نے ان کی لاڈلی پوتی کو ناراض کر دیا تھا اور وہ ڈھٹائی سے دانت نکوس رہا تھا۔ ابھی اس کی عزت افزائی جاری تھی کہ بالکل اچانک عمارہ کی آمد نے ان سب کو حیرت و خوشی سے ہمکنار کر دیا۔

"ہیلو! ایوری باڈی۔" اس کی مترنم آواز صبا کے خوشبودار جھونکے کی طرح ہر سو پھیلی تھی۔ جویر کی ہلتی کرسی تھم گئی۔ دادی نے عینک کے موٹے شیشوں کے پیچھے سے اسے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔ سویٹر بنتی امی کی نگاہ بھی اس تک گئی۔ دالان میں بیٹھی فراز کی شرٹ پر بٹن ٹانکتی فریال بھابھی نے سر اٹھایا اور اس کے خوبصورت سراپے پر نظر پڑتے ہی پیشانی سلوٹ زدہ ہو گئی۔ انہوں نے دوبارہ سر جھکا لیا۔

"ہائے عمارہ آپی آ گئیں۔" عفت مسرت سے معمور نعرہ بلند کرتی کودتی پھاندتی اس کے گلے جا لگی اس کی چیخ اندر رتبہ کی سماعت تک پہنچی تو وہ بھی دوڑی آئی۔

"عمارہ آپی۔" صحن کے بیچوں بیچ کھلے پھول کی مانند مہکتا اس کا وجود دیکھتے ہی وہ بھی خوشی سے دیوانی ہو گئی بھاگ کر اس تک معانقہ کے لیے آئی۔ عمارہ نے عفت سے الگ ہو کر اسے لپٹا لیا۔

"کیسی ہو تم دونوں؟" وہ خود پہلے سے بھی کہیں زیادہ کھلی کھلی اور اچھی لگ رہی تھی۔

"ہم تو بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ کیسی ہیں۔؟ اف اتنے دن لگا دیے آپ نے، بہت دل لگ گیا تھا وہاں ہمیں بھول گئی تھیں۔ جانتی ہیں کتنا یاد کرتے تھے ہم سب آپ کو۔" عفت نے اس کا ہاتھ تھامے ایک ہی سانس میں گلے شکووں کی پٹاری کھول دی۔

"دھیرج، دھیرج، تمہاری سب باتوں کا جواب دیتی ہوں پہلے مجھے بیٹھنے تو دو۔" وہ اپنی اسی دلنشین مسکان سے کہتی آگے بڑھی۔

"ہیلو جویر۔" اپنا شولڈر بیگ اس کی برابر والی کرسی پر رکھتے ہوئے وہ دادی کے پاس بیٹھ گئی اور جویر نے اس کی خوش دلی "ہیلو" کے جواب میں یوں پوز کیا جیسے اب تک اسے دیکھا ہی نہ ہو۔

"کیا حال ہیں نانو؟۔" اس نے دادی کی گردن میں بازو حمائل کر دیے۔

"خدا کا شکر ہے بیٹا تم سناؤ گھوم آئیں ولایت بڑے دن لگا دیے، ہم تو اداس ہو گئے تھے تمہارے بغیر اور تم واپس کب آئی ہو وہاں تمہارے بھیا اور بھابھی کیسے ہیں؟۔" انہوں نے اس کی روشن پیشانی چوم لی۔

"میں آج صبح ہی واپس آئی ہوں وہاں بھی سب ٹھیک ٹھاک ہیں بچ نانو میں خود بہت اداس ہو گئی تھی وہاں اتنے یاد آتے تھے آپ لوگ۔" اس نے کنکھیوں سے سامنے دیکھتے ہوئے دادی کے کندھے پر سر رکھا۔ جویر ایک جھٹکے سے اٹھا اور دھم دھم کرتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔ عمارہ نے اسے جاتے دیکھا عفت اور رتبہ اس کے دائیں بائیں آ بیٹھیں۔

"بھائی آپ سے بہت سخت ناراض ہیں۔" انہوں نے اطلاع دی جس پر وہ پہلے حیران ہوئی پھر سے مسکرا دی۔

"ڈونٹ وری منا لوں گی۔ تم سناؤ تبو رانی کیا کرتی رہیں اتنے دن۔؟" اس نے رتبہ کا ہاتھ تھام لیا وہ دونوں اس سے باتیں کرنے لگیں ڈھیروں سوال تھے ان کے پاس اور عمارہ انہیں تفصیلی جواب دے رہی تھی۔ دادی امی اور تیکھے چتونوں والی فریال ننھے فراز اور نہال سے بھی اس نے ڈھیروں باتیں کر ڈالیں۔ ثروت چچی اسے ملنے کے لیے خود نیچے آئیں تو وہ ان کے کندھے پر سر رکھ کر کتنے لاڈ اٹھواتی رہی۔ وہ سب

کے لیے بہت قیمتی گفٹس بھی لائی تھی جو بہت محبتوں سے ایک ایک کے حوالے کیے۔

"اب جاکر بھائی کو بھی منالیں۔" عفت نے سرگوشی کی تو وہ سرہلا کر اٹھ گئی اور پہنچی تو اس کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ عمارہ نے دستک دی ایک دو تین مگر جواب ندارد یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اندر ہے ہی نہیں۔ اس نے چڑ کر دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ہی بیڈ پر جویر جوتوں سمیت دراز تھا دونوں بازو سر کے نیچے تکیہ سینے کے اوپر رکھا تھا نظریں چھت پر جمی تھیں۔ جو یقیناً" پہلے دروازے پر ٹکی ہوئی تھیں" چہرے پر جامد سنجیدگی' آنکھوں میں بھری خفگی اضطراب ظاہر کرتا ایک پیر مسلسل ہل رہا تھا۔ عمارہ نے اچھی طرح اس کا جائزہ لیا پھر پٹ تھامے ذرا سا آگے کو جھکتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"میں اندر آجاؤں۔؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔" ادھر صاف بے گانگی تھی لٹھ مار انداز میں کہا گیا۔ وہ مسکراہٹ دباتی لاپروا بنی حکم عدولی کر گئی۔ وہ ناراض تھا اور اسے منانے کا ہنر بخوبی آتا تھا۔

"مگر میں تو اندر آؤں گی مجال ہے کسی کی جو مجھے یہاں آنے سے روک سکے حتیٰ کہ اتنی جرات تم بھی نہیں کر سکتے۔" مضبوط لہجے میں بولتی وہ بڑے استحقاق سے بیڈ کے قریب کاؤچ پر آبیٹھی۔

"اچھا! تو محترمہ میرے کمرے میں آکر مجھ ہی پر رعب جمار ہی ہیں میں کہہ رہا ہوں انہی قدموں پر واپس لوٹ جاؤ بلکہ وہیں چلی جاؤ جہاں جاکر تمہیں کسی اور کی یاد نہیں آئی۔" جویر کا موڈ آف تھا تکہ پنچ کر رخ پھیر لیا اس نے بھی توحد کی تھی ایک ماہ کا کہہ کر گئی تھی۔ اور پورے تین ماہ بعد آئی تھی اس پر یہ کہ اس عرصے میں کوئی خط بھی نہیں لکھا تھا۔ وہ عادی نہیں تھا اتنی لمبی جدائی کا اتنے عرصے کی دوری ان دونوں کے درمیان اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ وہ تو اس سے ملے بغیر دو دن نہیں رہ پاتا تھا۔ ذرا دل اداس ہوا اور ملنے دوڑا چلا گیا نہیں تو فون پر بات کر کے من کی تسلی کر لیتا۔ اور اب اتنے دن ملے اور دیکھے بغیر گزر گئے تھے اور جس کرب میں گزرے تھے اسے ہی علم تھا اب وہ آئی تھی تو جہاں دل کو بے پناہ قرار ملا وہیں پگلا من یہ ضد کر بیٹھا تھا کہ کچھ دیر کو اسے بھی ستایا جائے اتنے دن میں پریشان رہا۔ اب چند لمحوں کو اسے اپنی وجہ سے پریشان دیکھوں۔

عمارہ کی حیرانی دوچند ہو گئی اس کے خیال میں تو معمولی ناراضگی تھی ایک مسکراہٹ سے دور ہو جائے گی مگر یہاں تو معاملہ ہی ٹیڑھا لگ رہا تھا۔ وہ تو خاصا روٹھا ہوا تھا اس کے بار بار بلانے پر بھی متوجہ نہیں ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائیں اس کی چوڑی پشت کو دیکھا اور ایک بار پھر ہمت کر کے آہستہ سے پکارا۔

"میری بات تو سنو ناں جویر۔؟"

"نام بھی مت لو میرا۔" وہ غراتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا' اسے گھورنا چاہا مگر جوں ہی صبیح چہرے پر نگاہ ٹھہری دل ساری ضد بھولنے لگا وہ پریشان ہو گئی تھی اٹھتی گرتی پلکیں' اک دوسرے میں پھنسے موی ہاتھ اور سبز رنگ کے سوٹ میں ملبوس اس کا دلکش سراپا' جویر کی آنکھوں میں جگنو اک اک کر کے اترنے لگے۔ لبوں پر مسکان رقصاں ہو گئی۔

عمارہ جھکی جھکی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی خفگی کو مسکراہٹ میں بدلتے دیکھا تو گھورنے لگی۔

"یو چیٹ' تنگ کر رہے تھے مجھے۔"

"اب اتنا حق تو رکھتا ہوں ناں میں۔" وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"ویسے تو دل چاہ رہا تھا تمہیں اتنا ستاؤں' اتنا ستاؤں کہ تمہارا دماغ ٹھکانے آجائے مگر یہ جو تمہاری مسکین سی شکل ہے ناں اس پر ترس آجاتا ہے ہم نے جو جرم کیا ہے وہ قابل معافی تو نہیں مگر کیا کروں میرا دل ہی اتنا نرم ہے اس لیے بخش رہا ہوں۔" جویر کا انداز شاہانہ تھا

"نوازش۔" وہ آداب بجالائی۔

"اور اب تم مجھ سے یہ پوچھو کہ میں نے وہاں اتنے دن کیوں لگا دیئے تمہیں خط کیوں نہیں لکھا' فون کیوں نہیں کیا؟۔ تو جناب میں سوالوں سے پہلے ہی جواب

دے دیتی ہوں کہ میں وہاں گئی اپنی مرضی سے تھی اور واپسی بھیا اور بھابھی کی مرضی سے ہوئی ہے۔ وہ تو مجھے اب بھی نہیں آنے دے رہے تھے مجھو بڑی منت سماجت کر کے بھاگی ہوں وہاں سے' بھابھی تو ناراض ہو رہی تھیں ان کا تو بس نہیں چل رہا تھا مجھے قید کر کے وہیں رکھ لیتیں سچ جویریہ اتنی پیاری ہیں ناں وہ کہ تمہیں کیا بتاؤں بھیا سو لکی' بہت اچھی بیوی ملی ہے انہیں۔" عمارہ کی آنکھوں میں اپنی بھابھی کے لیے محبت اور احترام تھا جویریہ مسکرا دیا شرارت سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"جناب اس معاملے میں تو ہم بھی بہت لکی ثابت ہوں گے۔"

"اچھا۔" وہ ہنس پڑی ہنستے ہوئے اس کے گالوں میں بھنور ابھر آئے تھے جنید جویریہ کا دل ڈوبنے لگا وہ بہت چاہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عمارہ ان نظروں سے جھینپ گئی' پلکیں گراتے ہوئے کہنے لگی۔

"اور جانتے ہو میں نے تمہیں خط اس لیے نہیں لکھا کہ اگر میں تمہیں خط لکھتی تو وہاں کی بہت سی باتیں بھی لکھ دیتی اور میں ایسا نہیں چاہتی تھی میرا دل چاہ رہا تھا جب میں تم سے بہت دنوں بعد ملوں تو میرے پاس ڈھیر ساری باتیں ہوں اور میں تم سے خوب بولوں اور بہت دیر تک تمہارے پاس بیٹھوں' پتا ہے میں نے وہاں تمہیں بے حد مس کیا۔" آخری بات اس نے بہت بوجھل اور دھیمے لہجے میں کہی جس پر جویریہ کا دل جھوم اٹھا مگر محض اسے ستانے کو بھنویں اچکا کر بولا۔

"ہونہہ' نرا جھوٹ۔"

"نہیں سچ تمہاری قسم۔" عمارہ نے بے تابی سے سر اٹھایا۔

"اونہوں' میری قسم نہیں کھاؤ فالتو نہیں ہوں میں کہ جھوٹ کی بھینٹ چڑھ جاؤں۔" وہ خوامخواہ سنجیدہ ہو گیا۔

"اف' یقین کرو میرا اچھا چلو میری قسم۔" عمارہ کو ایک بار پھر اس کی سنجیدگی ہولا گئی کچھ اس بے چارگی سے بولی کہ جویریہ کو اپنی ہنسی دبانا مشکل ہو گیا۔

"فالتو تو تم بھی نہیں ہو' میری زندگی بہت عزیز ہو مجھے' اس لیے ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے قسمیں نہ ہی کھاؤ تو بہتر ہے۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

"اوہ' جویر۔" عمارہ نے زچ ہو کر اسے کشن کھینچ مارا جسے پکڑتے وہ بے تحاشا ہنس دیا وہ اسے گھورتی رہی پھر خود بھی ہنس دی۔

کتنے دنوں بعد وہ ملے تھے بہت سی باتیں تھیں عمارہ جو بولنے پر آئی تو اسے بتانے لگی۔

"ایک بات بتاؤں' جانتے ہو بھابھی مجھے واپس کیوں آنے نہیں دے رہی تھیں۔" عمارہ نظریں جھکائے پنک کیوٹکس لگے اپنے خوبصورت ناخن دیکھنے لگی۔

"کیوں؟" جویریہ نے استفسار کیا۔

"بھابھی کے ایک چھوٹے بھائی اسٹیٹس میں ہوتے ہیں ٹھیک ٹھاک بڑی شے ہیں جناب' بھابھی اکثر بڑی تعریفیں کرتی تھیں ان کی بقول ان کے وہ ان کا پیارا اور بہت عزیز بھائی ہے۔ اور یہ کہ ان صاحب نے اپنی شادی کا سارا اختیار انہی کو سونپ رکھا ہے سو جب میں بھابھی سے ملی تو ان کی نظر انتخاب مجھ پر ٹھہر گئی۔"

"واٹ۔" جویریہ بے اختیار چیخا "تم نے' تم نے انہیں بتایا نہیں کہ۔۔۔"

"اوہ سنو ناں تمہیں پتا تو ہے بھیا نے وہاں اپنی پسند سے شادی کی ہے پھر ہم نہ بھابھی اور ان کے خاندان کے بارے میں کچھ جانتے تھے اور نہ وہ ہمارے بارے میں' وہ تو ابھی ہماری پوری فیملی سے بھی نہیں ملیں' امی' ثمو آپی اور عمیر کی ابھی انہوں نے صرف تصویریں دیکھی ہیں وہ تو اچانک پاپا کا کویت جانے کا پروگرام بن گیا تو میں بھی ان کے ساتھ چلی گئی اور پہلی بار وہاں جا کر بھابھی سے ملی بہت اچھی لگیں وہ مجھے اور شاید میں ان کو اس لیے انہوں نے ایسا سوچا ہو گا پہلے تو انہیں علم نہیں تھا کہ میں پہلے ہی کسی اور کے نام سے منسوب ہو چکی ہوں' مگر جب میں نے انہیں بتایا تو وہ بہت اداس ہو گئیں اور تو اور پتا نہیں کب انہوں نے اپنے بھائی کو بھی لکھ دیا تھا۔

اور وہ صاحب کویت آ رہے تھے اور جیسے ہی مجھے اس

بات کا علم ہوا میں تو وہاں سے بھاگی۔"
وہ ہنس رہی تھی اور جویریہ کی تیوریاں چڑھ گئیں۔
"بہت خوش ہو رہی ہو۔ بدتمیز لڑکی' اس بار تو تم ہو آئی ہو وہاں مگر خبردار جو آئندہ اس منحوس جگہ گئیں اور کوئی ضرورت نہیں ہے اپنی بھابھی صاحبہ سے بھی زیادہ تعلقات استوار کرنے کی۔"
"کیوں وہ میری اتنی اچھی بھابھی ہیں اور انہوں نے مجھے بہت تاکید سے دوبارہ آنے کی دعوت دی تھی اور میں آئندہ بھی ضرور جاؤں گی کیونکہ ایک تو وہ جگہ مجھے بہت پسند آئی ہے اور دوسرے وہاں کے لوگ تو بے حد اچھے ہیں۔" وہ یقیناً" اسے چڑانے کو کہہ رہی تھی اور جویریہ نے تلملا کر اس کی نازک سی کلائی مروڑ دی۔
"اب بتاؤ جاؤ گی وہاں۔"
"آہ' اف ہائے چھوڑو تو۔" وہ بلبلا اٹھی مگر وہ بھی جویریہ تھا مزید شکنجہ کس دیا۔
"پہلے بتاؤ پھر جاؤ گی؟۔"
"اچھا اچھا نہیں جاؤں گی توبہ میری' میرے فرشتوں کی توبہ میرے باپ دادا کی توبہ' اب تو چھوڑ دو۔" وہ منتیں کرنے لگی تو اس نے بھی جان بخشی کی۔
"اف بہت ظالم ہو' دیکھو تو کیا حشر کر دیا۔" اپنی نازک سی کلائی پر اس کی انگلیوں کے سرخ نشان دیکھتے ہی وہ روہانسی ہو گئی بے اختیار اپنی کلائی اس کی آنکھوں کے سامنے کی' جہاں گہری لکیریں پڑ گئی تھیں۔
"اف۔۔۔!" جویریہ نے لب دانتوں میں دبا کر دوبارہ کلائی تھامنا چاہی تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر پرے ہو گئی۔
"ہونہہ بس رہنے دو۔" اس کی پلکوں پر ستارے چمکنے لگے تھے جنہیں دیکھ کر وہ بے طرح نادم ہو گیا خود پر غصہ آیا کیا ضرورت تھی اتنی سختی سے پکڑنے کی وہ تو نازک سی گڑیا تھی اور اسے اتنی ہی نرمی سے ہاتھ لگانا چاہیے تھا۔
"سوری عمارہ۔" وہ شرمسار سا لب کاٹنے لگا۔ عمارہ نے اس کے چہرے پر پھیلتی شرمندگی کی دھند دیکھی تو آہستگی سے بولی۔
"کوئی بات نہیں۔"
"تھینکس۔" وہ بے اختیار ممنون سا اس کا ہاتھ تھامنے کو بڑھا عمارہ اچھل کر دور ہو گئی اور پھر نظر ملتے ہی دونوں اپنی اپنی بے اختیاری پر خفت سے ہنس دیئے۔

* * * *

فریال کی طبیعت پچھلے کئی دنوں سے ٹھیک نہیں تھی بہت سست اور چڑچڑی سی ہو رہی تھیں۔ وہ سارا دن اپنے کمرے میں پڑی رہتیں۔ موڈ زیادہ خراب ہوتا تو بچوں پر بگڑنے لگتیں یا جو سامنے آتا اسی پر برس پڑتیں اور آج شام تو رمیز بھائی کے ساتھ خوب گرما گرمی ہوئی تھی وہ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہ رہے تھے اور وہ ایک ضدی نہ جانے کی رٹ لگائی ہوئی تھی' نہ جانے وہ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں۔ ہفتہ بھر تو ہو گیا تھا بستر سنبھالے۔
رمیز بھائی ان کی ضد پر یہ کہتے گھر سے باہر نکل گئے کہ اگر مرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو میرے گھر میں مت مرو تمہارا میکا سلامت ہے وہاں جا کر یہ شوق پورا کر لو اور تب سے وہ رو رو کر ادھ موئی ہوئی جا رہی تھیں۔
"بیماریاں لگائیں یہ اور مروں میں ماں باپ کے گھر جا کر' مگر میں بھی یہیں دم دوں گی آسانی سے جان چھوڑنے والی تو میں بھی نہیں پتا نہیں وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب خدا نے اس شخص سے میرا سنجوگ لکھا تھا ذہنی اور قلبی سکون تو یہ دے نہیں سکتا مجھے' الٹا زندگی عذاب کر کے رکھ دی ہے۔ دن رات اک اذیت سہتی ہوں۔ ایک پل بھی تو چین کا نہیں ہے میرے لیے دل جلا ڈالا ہے میرا' اپنی مرضی کی خوشیوں کو ترس گئی ہوں۔" ان کا رونا اور واویلا کسی طور نہیں تھم رہا تھا۔
"توبہ ناشکری عورت ہے۔" دادی نے ان کی آہ و بکا سن کر کان چھوئے۔
"خدا نے بھرا پرا گھر دیا ہے نیک شوہر ہیرے جیسے بچے دنیا جہاں کی نعمتیں ایک عورت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے نصیبوں والی ہوتی ہیں وہ عورتیں جنہیں خدا ان سب سے نوازے۔"

ای الگ فریال کی خرافات سن کر پریشان ہو رہی تھیں اس وقت ۔۔ تو اسے ٹوکنا کچھ کہنا عبث تھا' جتنا پارہ چڑھا ہوا تھا تو بلا لحاظ ان سے بھی الجھ پڑتیں اور انہیں یہ بات پسند نہیں تھی سو خاموش تماشائی بنی رہیں کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا رتبہ سہمے ہوئے نہال کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔

"اف پتا نہیں کیا پرابلم ہے بھابھی کے ساتھ۔ اسے غصہ آرہا تھا کتنی دیر وہ انٹ شنٹ بکتی رہیں جب طوفان تھما تو کمرے میں چلی آئیں۔ خوب بول چکنے کے بعد فریال بے دم سی آڑھی ترچھی بیڈ پر لیٹی تھیں رو رو کر آنکھیں سجالی تھیں پورا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور سسکیوں سے پورا وجود لرز رہا تھا ایک پل کو رتبہ کو ترس آیا مگر اگلے ہی پل نہال کو ان کے قریب لٹاتے ہوئے کسی بھی طرح وہ اپنے اندر کی کھولن کو نہ روک سکی۔

"ساری دنیا سے بہت خفا ہیں آپ' کسی کی پروا نہیں ہے آپ کو مگر کم از کم چیختے چلاتے وقت اپنی اولاد کا تو خیال کر لیا کیجئے آپ کے اس بھڑکتے رویے سے ان بچوں کے معصوم ذہنوں پر کیا اثر پڑے گا ادھر فراز ایک کونے میں دبکا ہوا ہے اور یہ دیکھیے اسے کیسا ڈرا ہوا ہے۔"

"تو میں کیا کروں؟" میں تڑپ کر سیدھی ہوئیں۔

"کہاں ہے اس کا باپ وہ خیال رکھے ناں ان کا میں کوئی زر خرید لونڈی نہیں کہ سارے ستم بھی سہوں اور خدمتیں بھی کروں مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی یہ جنجال اپنے گلے میں ڈالنے کی' تمہارے بھائی کو ہی شوق تھا اولاد پیدا کرنے کا' بیوی سے تو رتی بھر محبت نہیں اور چاہتے ہیں ڈھیر سارے بچے ہو جائیں تاکہ میں انہیں پالتے پالتے پاگل خانے چلی جاؤں اور ان کی مجھ سے جان چھوٹ جائے" فریال کے لہجے میں زہر بھرا تھا۔ نفرت سے بیٹے کو بھی پرے دھکیل دیا وہ بے چارہ ماں کی اس رویے پر خوفزدہ ہوتا پھوپھو کے باندھ سے لپٹ گیا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں بھابھی؟" رتبہ ان کے لفظوں پر حیران تھی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں میں تمہارے بھائی کو صرف اپنی اور اپنے احساسات کی پروا ہے خود غرض ہیں وہ۔ ان کے نزدیک اپنا آپ اہم ہے میں کیا چاہتی ہوں میری خوشی کس بات میں ہے اس کا ذرا بھر خیال نہیں ہے اور۔ اور وہ اب تک اس تمو بیگم کو نہیں بھلا پائے ان کے دل میں تو وہی بستی ہے مجھے تو زبردستی برداشت کرتے ہیں وہ۔"

ان کا رونا پھر شروع ہو گیا۔ رتبہ ششدر رہ گئی بھلا یہاں تمو آپی کا کیا ذکر؟۔ وہ خاموشی سے ان کے جھٹکے کھاتے وجود کو دیکھتی رہی پھر کتنی دیر بعد لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے حلق سے نکلے۔

"آ۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے بھابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ایسی ہی بات ہے۔" فریال نے سوں سوں کرتے ناک کو رگڑا۔

"مرد کو اس کی بیوی سے زیادہ اور کوئی نہیں جان سکتا تمہارے بھائی کو بھی میں جانتی ہوں کیونکہ بدقسمتی سے میں ان کی بیوی ہوں ان کے دل میں نہیں رہتی لیکن ان کے ساتھ تو رہتی ہوں ناں۔ وہ مجھ سے پیار نہیں کرتے مگر میں۔ اف۔" فریال باقی لفظ بول نہیں پائیں بڑے زور کی ابکائی آئی تھی انہیں منہ پر ہاتھ رکھے وہ واش روم کی طرف دوڑیں۔ مگر دروازے تک پہنچتے پہنچتے ہی ہمت ہار گئیں۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا تھا چوکھٹ تھامے وہ لہرا کر نیچے گر گئیں۔

"ہائے بھابھی۔" رتبہ کا دم نکل گیا بھاگ کر انہیں سنبھالا۔ فریال کی حالت بری تھی دو دن سے انہوں نے کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا اس پر اتنا رونا چلانا غصہ کر کر کے تو انہوں نے اپنا آدھا خون جلا لیا تھا۔ سارا چہرہ سفید لٹھے کی مانند ہو رہا تھا۔ رتبہ نے گھبرا کر امی کو پکارنا شروع کر دیا۔

"کیا بات ہے کیوں چلا رہی ہو؟۔" وہ پہلے ہی غصے میں تھیں اس کی پکار پر ناچار اندر آئیں۔

"امی۔! امی ۔۔۔ دیکھیں بھابھی کو کیا ہو گیا ہے۔؟" وہ سراسیمہ تھی۔

"میں کیا دیکھوں اس کا اپنا سارا کیا دھرا ہے۔ برباد کر کے رکھا ہوا ہے۔" امی کو بھی غصہ اتارنے کا موقع مل گیا تندی سے بولتیں ان تک آئیں تو فریال کا رنگ اڑا دیکھ کر انہیں اس کی ناگفتہ بہ حالت کا اندازہ ہوا۔ وہ ہلکے ہلکے سانس لے رہی تھیں انہوں نے لپک کر اپنی آغوش میں لیا اور پکارتے ہوئے ان کے گال تھپتھپانے لگیں فریال نے آنکھیں کھولیں تو انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

رتبہ کو دودھ لانے کے لیے بھیج کر انہوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔

"تم منہ دھوؤ میں تمہارے کپڑے نکالتی ہوں۔" اسے واش روم میں چھوڑ کر وہ الماری کی طرف بڑھ گئیں۔ رتبہ دودھ لے کر آئی تو وہ فریال سے کہنے لگیں۔

"اب یہ سارا دودھ پی لینا میں جویر سے کہہ کر ٹیکسی منگواتی ہوں بغیر نخرے دکھائے ڈاکٹر کے پاس چلی جاؤ تمہیں تو اپنی صحت کی فکر نہیں ہوگی مگر ہمیں تو ہے کیوں پریشان کرتی ہو؟ ہماری خاطر نہیں تو اپنے بچوں کو دیکھ کر ہی اپنی پروا کر لو خوامخواہ کی اذیت پسندی بھی اچھی نہیں ہوتی ہے بیٹی۔" اسے رسان سے سمجھا کر وہ کمرے سے نکل گئیں۔

* * * *

"چلیے بھابھی اب اچھے بچوں کی طرح دودھ پی لیجیے۔" رتبہ نے گلاس ان کے لبوں سے لگایا تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی بات پر عمل کر گئیں۔

"شاباش' یہ ہوئی نا بات اور اب ا آپ کا ڈاکٹر کے پاس جانا بے حد ضروری ہے۔"

"مجھ میں بالکل ہمت نہیں ہے تم تنگ نہیں کرو مجھے۔" وہ خاصی نڈھال ہو رہی تھیں۔

"ہمت بھی آجائے گی آپ اٹھیے دیکھیے تو کیسی رنگت ہو رہی ہے آپ کی۔ پلیز بھابھی۔" اس نے پیار سے بال سمیٹے اور آخر کار قائل کر کے ہی دم لیا۔

مکمل چیک اپ کے بعد ڈاکٹر نے جو نوید سنائی اس پر فریال کے تیور اور بگڑ گئے۔

"کتنا چاہا تھا میں نے کہ اب کبھی بھی اس شخص کو یہ خوشی نہ دوں جو مجھ سے محبت نہیں کرتا مگر اف کتنی مجبور ہوں میں کتنی بے بس۔ کچھ بھی تو نہیں کر سکتی اپنی مرضی سے۔" وہ بڑبڑا رہی تھیں۔ اور رتبہ کشمکش میں تھی کہ آیا اس خوشخبری پر خوشی کا اظہار کرے یا ان کے غم میں شریک ہو جائے۔

*_*_*

حد نظر تک پھیلا سفید جھاگ اڑاتا سمندر نارنجی شعاعوں کی ردا اوڑھے ہوئے تھا اور پانی کے پیچھے دن بھر کا تھکا ہارا سورج آہستہ آہستہ چھپتا جا رہا تھا اور اس کے عقب سے سانولی شام نمودار ہو رہی تھی۔ آسمان دو رنگا ہو رہا تھا آدھا سرخ آدھا سرمئی رنگوں کا یہ ملاپ پانی کی اٹھکیلیاں اور ہوا کا ٹھنڈا پن۔

"اف کتنا خوبصورت ہے یہ منظر۔" کنارے پر کھڑی عمارہ فطرت کے اس حسن سے بھرپور لطف لے رہی تھی۔

"ہاں بالکل تمہاری طرح۔" جویر نے سمندر میں ناچتی نارنجی شعاعوں کا عکس اس کی آنکھوں میں دیکھا سرخ رنگ کے کپڑوں میں وہ خود بھی اس شام کا حصہ معلوم ہو رہی تھی۔ تیز ہوا سے بکھرتے بالوں اور کبھی آنچل کو سنبھالتی دیوانی سی ۔۔۔ وہ بہت دیر سے اسے بھی دیوانہ کر رہی تھی۔

عمارہ نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی اور دور سورج کے گولے پر نظر جماتی بولی۔

"اب گھر چلیں خاصا وقت ہو گیا ہے۔"

"ہوں چلتے ہیں ابھی یہاں آئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے آؤ وہاں بیٹھیں۔" اس کے خوبصورت چہرے سے نگاہیں ہٹا کر وہ آگے چل پڑا۔ عمارہ نے اس کی تقلید کی۔ چند قدم چل کر دونوں بڑے سے پتھر پر جا کر بیٹھے کچھ دیر دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی جسے عمارہ نے توڑا۔

"ارے ہاں جویر مجھے پوچھنا تو یاد ہی نہیں رہا تمہارے پیپرز کیسے ہوئے تھے؟"

"فرسٹ کلاس۔" جویر نے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھا کر دور پانی میں پھینکا۔

"پاس ہونے کے چانسز تو ہیں ناں۔" وہ یک دم

شرارتی ہوئی۔

''آف کورس مگر تمہیں اس وقت میرے پیپرز کیوں یاد آگئے ہیں۔ کیا اپنی طرف سے دھیان ہٹانا چاہ رہی ہو میرا؟'' وہ اس سے بھی دو ہاتھ آگے تھا۔ بائیں آنکھ میچ کر بولا تو عمارہ نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورتے ہوئے چھوٹا سا پتھر اٹھا کر مار دیا۔

''یہ بات نہیں ہے دراصل کل پاپا نے عمیر سے اس کا رول نمبر لیا تھا اس نے بھی بی ایس سی کا ایگزام دیا ہے ناں اور پاپا کے بہت سے ایسے جاننے والے ہیں جن کا تعلق شعبہ تعلیم سے ہے تو۔''

''اوہ۔ اچھا اچھا سمجھ گیا۔'' جویر نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی سر ہلایا۔

''تو کیا عمیر کے پیپر اچھے نہیں ہوئے تھے۔''

''نہیں اس کے پیپر بھی ٹھیک ٹھاک ہی ہوئے ہوں گے مگر پاپا کہہ رہے تھے کہ اسے کوئی پوزیشن دلوا دیں۔ ذرا رعب پڑ جائے گا اس کا اپنے دوستوں پر۔ ایسا کرو تم بھی اپنا رول نمبر مجھے نوٹ کروا دو تا میں پاپا سے بات کروں گی کہ وہ تمہارے لیے بھی۔''

''اونہوں' بری بات عمارہ میرے لیے تو ایسا سوچنا بھی مت میں نے تمام پیپر اپنی دن رات کی محنت کی تیاری کے بعد دیے ہیں اور مجھے کامل یقین ہے خدا میری محنت کبھی رائیگاں نہیں جانے دے گا۔'' جویر کے لہجے میں اعتماد تھا۔

''اور اگر خدانخواستہ میرے پیپر اچھے نہ ہوئے ہوتے تب بھی مجھے کسی کا احسان لینے کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ ماشاءاللہ میرے پاپا کسی سے کم ہیں کیا۔ انگلش کے پروفیسر ہیں شعبہ تعلیم میں بڑا نام ہے ان کا۔ اور بہت سے لوگوں سے تعلقات ہیں چاہیں تو وہ بھی پوزیشن دلوا سکتے ہیں مجھے۔'' وہ بڑے فخر سے اپنے والد کا ذکر کر رہا تھا۔

''مگر کبھی دلوائیں گے نہیں کیونکہ ماموں جان بے حد اصول پسند ہیں۔'' عمارہ نے منہ بنایا وہ اچھی طرح جانتی تھی انہیں۔

''بالکل اور ہونا بھی چاہیے ان کی یہ اصول پسندی ہی تو اٹریکٹ کرتی ہے مجھے اس لیے تو میں انہیں آئیڈیالائز کرتا ہوں کہ وہ ایک سچے اور کھرے انسان ہیں بچپن میں جب میں بیوقوف اور نکما سا تھا تب مجھے ان کی شخصیت کا یہ پہلو اچھا نہیں لگتا تھا ویسے تو وہ ایک شفیق باپ ہیں مگر پڑھائی کے معاملے میں کسی پتھر سے کم نہیں۔ میں نے شروع میں ان سے بڑی مار کھائی ہے۔ مگر پھر جوں جوں شعور آتا گیا پاپا کی سختیاں سمجھ میں آنے لگیں تو مجھے ان کی اصول پسندی بھی اچھی لگی آج میں سوچتا ہوں اگر وہ شروع میں مجھے اتنی سختی کر کے نہ پڑھاتے تو آج میں اتنا لائق فائق ہرگز نہ ہوتا میں نے جو اتنی محنت سے پڑھا ہے تو یہ سب پاپا کے اصولوں کا ہی نتیجہ ہے۔'' جویر کا لہجہ مضبوط اور باپ کی محبت سے پر تھا۔ عمارہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی کی وہ چپ ہوا تو پوچھنے لگی۔

''تم جاب کس قسم کی کرنا چاہو گے؟''

''ارے بھئی میں کون ہوتا ہوں جاب کی قسم متعین کرنے والا۔'' وہ ہنسا۔

''ہمارے وطن میں تو بڑے بڑے پڑھے لکھے جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں اور میرے پاس تو کمپیوٹرز ڈپلوما کے علاوہ ایم ایس سی مائیکرو بیالوجی کی ڈگری ہوگی اور جہاں کہیں یہ کھپ سکیں گی اور جہاں میرا نصیب یار آور ہوگا وہیں میں جاب کر لوں گا۔'' وہ فی الحال مطمئن اور بے فکر تھا۔

''تم ایسا کرو کویت چلے جاؤ بھائی وہاں ایک آئل کمپنی میں انجینئر ہیں سچ اتنے ٹھاٹ ہیں ان کے بڑے مزے کی جاب ہے محنت طلب تو ہے مگر خاصی پرکشش بھی۔ اور تمہارے پاس تو دو اہم ڈگریاں ہیں ٹھیک ٹھاک جاب مل جائے گی تمہیں بھی وہاں اور ابھی تم نے خود کہا ہے ہمارے وطن میں بہت سارے پڑھے لکھے جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں تو جانے تمہیں بھی کتنا انتظار کرنا پڑے تو کیا اس سے بہتر یہ نہیں کہ تم کسی اچھے موقعے کی تلاش میں نکل جاؤ۔''

''نہیں بھئی میں اپنے لوگوں اور اپنی زمین سے دور ہرگز نہیں جاؤں گا۔'' جویر نے فٹ اس کی تجویز رد کر دی یہ سوچے بغیر کہ وہ برا بھی مان سکتی ہے۔

''تم ایک بات تو بتاؤ مجھے وہاں جانے کا مشورہ کس

لیے دے رہی ہو۔" اس نے مشکوک نگاہوں سے عمارہ کا جائزہ لیا اور وہ ہنستے ہوئے بلا جھجک بتا گئی۔

"وہ اس لیے کہ وہ جگہ رہنے کے لحاظ سے مجھے بہت پسند آئی ہے۔"

"ہوں مطلبی بہت چالاک ہو مجھے وہاں بھیج کر اپنی راہ ہموار کرنا چاہ رہی ہو تو پھر فکر نہ کرو میرا وعدہ ہے اپنی جانم سے شادی کے بعد ہنی مون منانے وہیں لے جاؤں گا تمہاری بھابھی کو جلانے کے لیے۔" جویر کے لہجے میں بلا کی شرارت تھی۔

"ہونہہ منہ دھو رکھو۔" وہ اس کے بال بکھیر کر بھاگ گئی۔

"ارے تو تم اپنے خوبصورت ہاتھوں سے دھلوا دوں ناں سامنے ہی تو اتنا سارا پانی ہے۔" وہ ہنستا ہوا اس کے پیچھے لپکا

*_*_*

ہر دن سو کر جاگ کر گانے سن کر گنگنا کر یا پھر کبھی عمارہ سے مل کر گزر رہا تھا اور اب وہ اس یکسانیت سے اکتا سا گیا تھا فارغ رہنے کی عادت نہیں تھی اگزام ہوئے بھی مہینہ بھر ہو گیا تھا۔ خالی رہنا اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ پوستیوں کی طرح گھر میں پڑے رہنا گوارہ نہ ہوا اس نے کسی جز وقتی جاب کی تلاش شروع کر دی اور جلد ہی اس کا یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

"گولڈ اینڈ گولڈ جیولرز" کے مالک رمیز بھائی کے بہت اچھے دوست تھے انہیں ایک پر اعتماد سیلز مین کی ضرورت تھی اور جویر کو اپنی فراغت دور کرنے کے لیے چھوٹی موٹی جاب کی۔ اس نے رمیز بھائی سے ذکر کیا تھا انہوں نے اپنے دوست سے اور یوں دونوں کی ضرورت پوری ہو گئی۔

اب وہ صبح گیارہ بجے سے رات آٹھ بجے تک فارغ رہنے سے بچ گیا تھا۔ صاف ستھرا اور مناسب کام تھا اس کا دل بھی جلد ہی لگ گیا صبح جس طرح بن ٹھن کر گھر سے نکلتا رات اسی طرح واپس آتا۔

اس روز وہ حسب معمول نماز فجر پڑھ کر سویا تو دوبارہ دس بجے نیند سے بیدار ہوا تھوڑی دیر کسلمندی سے بستر میں ہی پڑا رہا سردی خوب تھی اور اس کا لحاف سے نکلنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

"ارے اب اٹھ جاؤ جویر۔ آج تمہیں جانا نہیں ہے کیا۔" ثروت چچی نے کوئی تیسری بار آواز دی تو اسے ناچار اٹھنا ہی پڑا۔

"آ رہا ہوں امی!۔" لحاف پھینک کر سلیپر میں پاؤں گھساتے کمرے سے نکلا تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کے چھوتے ہی کپکپا گیا۔

"اوہو ہو۔ کتنی سردی ہے آج۔" سی سی کرتے اس نے دونوں بازو سینے پر لپیٹے اور دو ہی منٹوں میں باتھ روم تک کا فاصلہ طے کیا جب تک وہ نیم گرم پانی سے نہا دھو کر آیا ثروت چچی اس کا ناشتا ٹیبل پر لگا چکی تھیں۔

"ہاں واقعی۔ پہلے کی بہ نسبت ٹھنڈ بہت بڑھ گئی ہے۔" انہوں نے اس کی تائید کی پھر سر گھما کر بالکونی میں بیٹھی رتبہ سے کہنے لگیں۔

"تبو چائے بناؤں تمہارے لیے۔"

"نہیں چچی دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے گھٹنوں پر رکھا سر اٹھایا۔ بولی تو آواز بھاری تھی چہرہ بے تحاشا سرخ ہو رہا تھا دھوپ میں بیٹھی تھی شاید اس لیے۔ جویر نے اسے دیکھا تو حیران ہوا۔

"تم آج کالج نہیں گئیں بھوری بلی۔"

"ارے کالج کیسے جاتی صورت دیکھ رہے ہو اس کی بخار میں تپ رہی ہے زکام الگ ہو رہا ہے۔" اس کے بجائے چچی نے بتایا۔

جویر نے اس بار بغور اسے دیکھا وہ خاصی مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی گلابی چہرہ بخار کی وجہ سے تپ رہا تھا چھوٹی سی ناک لال ہو رہی تھی نازک مزاج تو وہ حد درجے کی تھی جہاں موسم کے تیور ذرا بدلے وہیں وہ بھی لپیٹے میں آجاتی۔ ہر موسم میں اسے بہت خیال رکھنا پڑتا تھا اپنا۔ زیادہ گرمی اسے موافق تھی نہ زیادہ سردی۔

"اب یہاں بیٹھی اپنی رنگت مزید سرخ کر رہی ہو چلو اٹھو جا کر اپنے بستر پر لیٹو ہوا ٹھنڈی ہے بخار بڑھ جائے گا۔" اس نے ہولے سے ڈپٹا۔

"کل سے بند کمرے میں لیٹے لیٹے اکتا گئی تھی میں

اس لیے یہاں آکر بیٹھی ہوں ابھی تھوڑی دیر ہی تو ہوئی ہے۔" رتبہ نے دوبارہ سر گھٹنوں پر رکھ لیا اسے چکر بھی آرہے تھے۔

"تم نے کچھ کھایا پیا بھی ہے۔؟ کوئی دوا لی؟۔" جویریہ کو اس کی فکر لگ گئی اسے علم تھا وہ ایسے معاملوں میں بڑی ڈھیلی ہے۔

خود اٹھ کر اسے ٹیبل تک لے گیا اور اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود اچھا خاصا کھلا بھی دیا۔

"اپنا خیال رکھا کرو جانتی بھی ہو کہ تھوڑی سی لاپرواہی کتنی تکلیف دیتی ہے تمہیں مگر پھر بھی بے احتیاطی کرنے سے باز نہیں آتی ہو تبو رانی اب جاکر دوا کھاؤ اور آرام کرنا۔ آل رائٹ۔" وہ تاکید کرتا اٹھ گیا اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

"گڈ گرل۔" جویریہ نے پیار سے اس کا سر تھپکا اور تیار ہونے کے ارادے سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور جب وہ نک سک سے درست ہو کر جارہا تھا تو رتبہ نے اسے دیکھا۔

بلیک جینز اور ریڈ اینڈ بلیک ٹی شرٹ میں اس کا دراز قد نمایاں ہو رہا تھا شفاف پیشانی، چمکتی آنکھیں اور بھرے بھرے گلابی لب اس کا دلنشین چہرہ دلی اطمینان کا غماز تھا۔ بے فکری سے گنگناتا وہ جانے سے پہلے ایک بار پھر سیاہ گھنگریالے بالوں میں برش کر رہا تھا اور وہ اسے دیکھتی سوچ رہی تھی۔

"کتنے ہینڈسم ہیں جویریہ بھائی سادہ شلوار قمیص بھی پہن لیں یہ تو شہزادے لگتے ہیں اور اس لباس میں تو ہیرو۔ عمارہ آپی بہت خوش قسمت ہیں کتنا شاندار شریک سفر ملے گا انہیں اور وہ خود بھی تو بہت پیاری ہیں لاجواب جوڑی ہوگی ان دونوں کی خدا کرے جلد ہی وہ دن آئے جب وہ ہمیشہ کے لیے اس گھر میں آجائیں۔"

"اے کیا گھور گھور کر دیکھ رہی ہو مجھے۔" جویریہ پلٹا تو اسے محویت سے خود کو دیکھتا پایا۔

"خدا نظر بد سے بچائے آپ بہت اچھے لگ رہے ہیں جویریہ بھائی بالکل ہیرو۔" جو اس کے دل میں تھا وہ بیان کرنے میں اس نے ذرا تامل نہ کیا۔

"آہم۔ کیا بات ہے اپنی تو۔" وہ اپنی تعریف پر پھول کر کپا ہوا اور وہ بے اختیار بولی۔

"اب اتنے بھی خوش نہ ہوں میں نے یونہی مروت میں کہہ دیا تھا۔"

"اے لڑکی۔" جویریہ نے اکڑ کر آنکھیں نکالیں تو وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی۔

*_*_*

چھٹی کا دن تھا سب افراد گھر پر تھے دالان میں محفل جمی تھی دادی بیٹوں اور پوتوں کے درمیان گھری بیٹھی تھیں امی اور چچی کچن میں مصروف دوپہر کا کھانا بنانے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ باہر بچوں بڑوں کی بولیوں سے بھرپور زندگی کا احساس ہو رہا تھا اور فریال اس شور سے بچ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں ان کا موڈ آج کل ویسے بھی خراب رہتا تھا پہلے سے کہیں زیادہ۔ البتہ رمیز بھائی ساری رنجشیں بھلائے ان کے آگے پیچھے پھرنے لگے تھے خوب ناز برداریاں کرتے اور وہ اس خیال سے کہ انہیں میری نہیں اپنے آنے والے بچے کی پروا ہے شوہر کے اتنے چاؤ چونچلے اٹھانے پر بھی تنی تنی رہتی تھیں۔

رتبہ اور عفت بھی کچھ دیر اس محفل کا حصہ بنی رہیں پھر ادھر چلی گئیں کل ہی انہوں نے اپنی پاکٹ منی ملا کر ایک شاعرہ کا مجموعہ کلام خریدا تھا جب سے دادی نے انہیں جویریہ کے عتاب سے بچایا تھا وہ کھلم کھلا کتابیں پڑھنے لگی تھیں اور نہ صرف پڑھنے بلکہ انہوں نے تو اپنی خالی شیلف سجانا شروع کر دی تھی اب وہ بازار جاتیں تو انہیں اچھے کپڑوں سے زیادہ کسی اچھی کتاب کی تلاش ہوتی۔

نیچے محفل کا رنگ کچھ اور جم گیا تھا گھریلو معاملات سے لے کر حالات تک بحث مباحثہ ہو رہا تھا سب اپنی اپنی بولی بول رہے تھے کہ اچانک جلیل الدین صاحب کی آمد سے ایک لمحہ کو ہر طرف خاموشی چھا گئی پھر سب نے ان کا یوں سواگت کیا جیسے وہ کوئی انتہائی معزز ہستی ہوں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا۔

جلیل الدین صاحب اس گھر کے تمام افراد کے لیے خاصے قابل احترام تھے کیونکہ دادی کے اکلوتے

داماد۔ ابو اور چچا کے بڑے بہنوئی بچوں کے پھوپھا جی اور عمارہ کے والد بزرگوار تھے اور ان وجوہات کی بنا پر وہ خاصے محترم تھے۔ ابو اور چچا لپک کر ان کے استقبال کو بڑھے۔

"ارے بھائی صاحب۔ آیئے آیئے۔ بڑے دنوں بعد آئے آج کیسے یاد آگئی ہماری۔"

"بس ادھر سے گزر رہا تھا تو سوچا ملتا چلوں۔" ان کا انداز احسان جتانے والا تھا۔ رمیز بھائی اور جویریہ نے جھک کر سلام کیا تو انہوں نے محض سر ہلا دیا دادی نے ان کی بلائیں لے لیں۔

"کبھی بھولے سے آجایا کرو بیٹا! میں تو ترس جاتی ہوں تمہاری صورت کو اتنے اتنے مہینوں بعد آتے ہو تم۔"

"فارغ نہیں ہوتا خالہ جان' بہت مصروف بندہ ہوں۔" کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر انہوں نے صاف کہہ دیا دادی کو ان یہ انداز برا تو لگا مگر جانتی تھیں ان کی عادت۔ وہ ہمیشہ ہی اسی طرح بولتے تھے جیسے لٹھ مار رہے ہوں۔

ان کے آنے سے گھر میں کھلبلی مچ گئی تھی امی اور چچی کو ان کی خاطر مدارات کی فکر پڑ گئی۔ ایسا ہر بار ہوتا تھا بے پناہ عزت دی جاتی تھی انہیں' ان سے رشتہ داری تو اپنی جگہ مگر ان کے مرتبے کا بھی خاص خیال رکھا جاتا تھا آخر کو وہ شہر کی ایک مشہور معروف کنسٹرکشن کمپنی کے مالک تھے اور اس پر انہیں بہت زعم بھی تھا۔ زیادہ پرانی بات نہیں جب وہ ایک معمولی سے ٹھیکیدار ہوا کرتے تھے پھوپھو بیاہ کر ان کے چھوٹے سے گھر میں گئی تھیں وہ سادہ اور قناعت پسند عورت تھیں دادی نے ان کی تربیت ان خطوط پر کی تھی کہ وہ تھوڑے میں بھی خوش رہنے کا سلیقہ جانتی تھیں مگر خود جلیل الدین صاحب کو اپنا وہ بوسیدہ سا گھر اچھا نہیں لگتا تھا وہ اپنے حالات بدلنے کی تگ و دو میں لگے رہتے تھے اور پھر ان کی قسمت نے پلٹا کھایا دیکھتے ہی دیکھتے ان کے دن پھرنے لگے گویا ان پر تو ہن برسنے لگا تھا اور ایک دن وہ اپنے اس پرانے مکان سے اٹھ کر ایک عالیشان کوٹھی میں شفٹ ہو گئے تھے اور یہ ترقی انہوں نے کیسے حاصل کی تھی ان کے قریبی اقارب بہت اچھی طرح جانتے تھے جو شارٹ کٹ استعمال کر کے وہ اس اونچائی تک آئے تھے وہ کوئی قابل تعریف تو نہیں مگر پھر بھی سب ان کی عزت کرنے پر مجبور تھے۔

دادی نے اپنے بیٹوں کی گھٹی میں دیانت' قناعت اور انکسار ڈالا تھا اور یہی چیز اب ان کے پوتوں میں تھی یہ مکان ان کے سسر نے قیام پاکستان کے بعد کلیم میں حاصل کیا تھا اور اس میں ہی ان کی دونوں نسلیں پروان چڑھی تھیں اور اب خیر سے تیسری نسل پنپ رہی تھی۔ پیارے پیارے فراز اور نمال کی صورت۔ یہاں کے سب لوگ بہت مگن تھے اس چھت تلے۔ زیادہ کی ہوس نہیں تھی انہیں۔ جبکہ جلیل الدین صاحب کئی بار ابو اور چچا کو سمجھا چکے تھے کہ وہ بھی اپنی معمولی نوکریاں چھوڑ کر ان کی طرح اپنا کاروبار شروع کر دیں اور پھر دیکھیں زندگی کے اصل مزے۔

مگر ان دونوں کے سر پر دادی جیسی ماں کا سایہ تھا وہ اگر چاہتے تو اپنی ان نوکریوں سے ہی کوٹھیاں تعمیر کر لیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا تو پھر بھلا ان جیسے لمبے بکھیڑے کیوں پھیلا لیتے۔

جلیل الدین صاحب آج بھی یونہی ٹہلتے ٹہلاتے نہیں آئے تھے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد انہوں نے سر جھکائے سعادت مند بنے بیٹھے جویریہ کو مخاطب کیا۔

"کیوں میاں کب آرہا ہے تمہارا رزلٹ۔"

"ابھی تو ڈھائی تین ماہ کا عرصہ باقی ہے پھوپھا جی۔" اس نے گردن اوپر اٹھا کر بتایا۔

"ہوں تو آج کل تم فارغ ہو۔"

"نہیں جاب کر رہا ہوں۔"

"کس قسم کی۔" انہوں نے سگار ہونٹوں میں دباتے ٹانگ پر ٹانگ جمائی اور جب جویریہ نے یہ بتایا کہ وہ سیلز مین ہے جز وقتی ہی مگر انہیں تو یہ سنتے ہی غصہ آگیا ماتھے پر بل ڈال کر اسے گھورتے ہوئے بولے۔

"شاباش' کوئی اس سے چھوٹی نوکری نہیں ملی تھی تمہیں۔ بیرے بن جاتے کسی ہوٹل میں کسی دفتر میں چپراسی لگ جاتے غضب خدا کا اب یہ کسر رہ گئی تھی کہ

عورتوں کو زیور دکھاتے پھو اتنا ہی فارغ رہنے سے جی گھبرا گیا تھا تو میرے پاس آجاتے میرا آفس سنبھال لیتے ہاتھ بٹاتے میرا۔"

انہوں نے سب کے درمیان اسے اچھی طرح جھاڑ کر رکھ دیا جویریہ سے نظریں نہیں اٹھائی گئیں وہ مزید کہہ رہے تھے۔

"تم بھی اپنے باپ پر گئے ہو جس طرح اس نے معمولی ٹیچری کرتے چھوٹے چھوٹے لوگوں کے بچوں کو پڑھاتے عمر گنوادی اس طرح تم بھی لگ جانا کسی پھٹیچر سی نوکری سے ہونہہ تم لوگ کبھی نہیں سدھرو گے ترقی کرنا تو جانتے ہی نہیں ہو زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے اور تم وہیں کے وہیں ہو اب تک۔ اس کھنڈر سے باہر نکل کر دیکھو کتنی وسیع دنیا ہے اور کس طرح زندگی گزار رہی ہے مگر تم لوگوں کو تو کنوئیں کے مینڈک کی طرح باہر نکلنا آتا ہی نہیں۔" ان کے لب و لہجے سے حقارت ٹپک رہی تھی دوسروں کے احساسات تار تار کرنے میں وہ ذرا نہیں چوکتے تھے انتہائی مغرور اور تحقیرانہ ہوتا تھا ان کا انداز۔

ان کی بات پر چچا اور ابو کے چہرے غصے سے سرخ پڑ گئے۔ لیکن انہیں مجبوراً" اور شاید عادتاً" اپنا غصہ پینا پڑا کیونکہ وہ ان کی باتیں بہت عرصے سے سن رہے تھے مگر جویریہ کو اتنی ذلت برداشت کرنا عذاب ہو گیا" کوئی یوں بابا اور تایا جان کی بے عزتی کرے انہیں معمولی کہے یہ وہ کیسے سہہ سکتا تھا اس کے لیے تو یہ دونوں ہستیاں انتہائی محترم تھیں اور اپنے بابا سے تو بے پناہ پیار تھا اسے۔ وہ ایک مقدس پیشے سے منسلک تھے معاشرے میں عزت تھی ان کی۔ ان کے پڑھائے گئے کئی نوجوان آج بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے ایک دنیا جانتی تھی انہیں اور سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی باوقار شخصیت تھی" ان کی ہتک وہ کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا تھا اسے بھی غصہ آگیا۔

"سوچ سمجھ کر بولیے پھوپھا جی۔ بابا کے باحیثیت مقام کو آپ معمولی ٹیچری کہہ رہے ہیں کیا آپ جانتے نہیں ایک استاد کا مرتبہ ہمارا مذہب کیا متعین کرتا ہے مگر نہیں آپ کو کیا علم" آپ نے تو بغیر استاد کے دو اور دو کو پانچ کرنا سیکھا ہے ناں اس لیے آپ کے نزدیک کیا حیثیت کسی معلم کی۔" وہ در پردہ ان پر بہت بڑی چوٹ کر گیا تھا جس کا انہوں نے بلا توقف بے حد برا مانا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو لڑکے چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں ہے تمہیں۔" وہ غرا کر کھڑے ہوئے۔

"مجھے تو تمیز ہے مگر شاید آپ کو نہیں ہم جانتے ہیں ادھر ادھر سے جمع کی ہوئی بہت دولت ہے آپ کے پاس مگر اس کے بل بوتے پر آپ دوسروں کی بے عزتی کرتے پھریں ایسا کوئی حق نہیں ہے آپ کو اور۔"

"جویریہ بند کرو اپنی بکواس۔" قبل اس کے کہ کچھ اور بھی کہہ جاتا چچا نے اسے ڈانٹ دیا۔

"آپ۔ آپ بیٹھیے بھائی صاحب برا مت مانیے گا اس کی بات کا یہ تو ہے بیوقوف۔" اسے گھور کر انہوں نے بہنوئی کو ٹھنڈا کرنا چاہا جو مٹھیاں بھینچ رہے تھے۔

"بیوقوف ہے تو عقل کا سبق پڑھانا تھا اسے بھی ساری دنیا کو پڑھاتے پھرتے ہو ایک اپنی اولاد کو نہیں پڑھایا گیا تم سے ہونہہ بنے ہوئے ہو عالم فاضل۔" وہ نفرت سے پاؤں پٹخ کر کمرے سے نکل گئے۔

"ارے رکیے۔ بات سنیے بھائی صاحب۔" ابو اور چچا ان کے پیچھے لپکے۔ مگر اب وہ رکنے والے نہیں تھے۔ رمیز بھائی ہراساں تھے۔

"جانتے ہو پھوپھا جی کو ناراض کرنے کا مطلب۔"

"میں کسی کے منہ سے اپنے بڑوں کے لیے غلط بات برداشت نہیں کر سکتا وہ چاہے پھوپھا ہوں یا پھوپھا کے بھی پھوپھا۔" وہ تلملا کر سب کو حیران چھوڑتا تیزی سے باہر نکل گیا۔

"یا خدا کیا ہو گیا؟" دادی سر تھام کر بیٹھ گئیں امی اور ثروت چچی ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہی تھیں۔ تمام لوازمات یوں ہی دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔

*_*_*

شاید اس وقت جویریہ کو حالات کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہوا تھا مگر دوسرے ہی دن گھبراہٹ بوکھلاہٹ عیاں آئی تو سب ہی پریشان ہو گئے اور وہ اس سے باز پرس کر رہی تھی۔

"آخر تم نے ایسا کیا کہہ دیا پاپا سے؟ کیا بدتمیزی کی ہے ان کے ساتھ؟ جانتے ہو کتنے غصے میں ہیں وہ۔"

"تو میں کیا کروں؟۔" اسے پروا نہیں تھی۔

"اف، تمہیں اندازہ نہیں ہے جویریہ کہ تم نے کیا کردیا ہے، کیا جانتے نہیں ہو پاپا کا مزاج ذرا ذرا سی بات پر ان کا موڈ بگڑ جاتا ہے اور پھر کس مشکل سے درست ہوتا ہے۔ وہ کل سے بہت ناراض ہو رہے ہیں اور مجھے بھی خوامخواہ اتنا ڈانٹا ہے انہوں نے اور یہاں آنے سے بھی منع کردیا ہے میں اب چھپ کر آئی ہوں۔ تمہیں نہیں پتا کیا ہو سکتا ہے۔" وہ حد درجے پریشان تھی۔

"مثلاً" کیا ہو سکتا ہے؟" وہ بے فکری سے کیسٹس الٹ پلٹ رہا تھا۔

"تم سمجھ نہیں رہے ہو میری بات۔" عمارہ یک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کل سے پاپا کا غصہ اور ان کی باتیں سن کر اس کی جان نکلنے کو تھی اور یہاں ایسا اطمینان تھا کہ کیا کہنے۔

"ارے! ارے کیا بیوقوفی ہے عمارہ۔ روؤ تو مت۔" جویریہ کیسٹس چھوڑ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"تم ــــ تم آج ہی گھر آؤ گے اور پاپا سے معافی مانگو گے۔" عمارہ نے ہتھیلی سے آنکھیں رگڑیں۔

"واٹ؟ جب میں نے کوئی غلطی کی ہی نہیں تو معافی کس بات کی مانگوں یعنی یہاں تو وہ حال ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ معافی تو جلیل الدین صاحب کو مانگنی چاہیے میرے پاپا سے اور تم فرما رہی ہو کہ میں ان سے معافی مانگوں۔" اسے تو منٹگے لگ گئے یہ سن کر وہ سچ بات کہنے سننے اور غلط کو غلط جاننے کا عادی تھا۔ اس کے والدین اصول پسند تھے تو اس نے بھی اپنے وقار اور خودداری کا پاس کرنا انہیں سے سیکھا تھا۔ وہ خود کسی کی تحقیر نہیں کرتا تھا اس لیے اپنی یا اپنے بڑوں کی تذلیل برداشت کرنے کا بھی مادہ نہیں تھا اس میں۔

"کیا ــــ کیا مطلب، پاپا کیوں معافی مانگیں ماموں جان سے۔" عمارہ کو اصل بات کا تو علم ہی نہیں تھا وہ تو اپنے پاپا کے منہ سے جویریہ کے لیے ہی مغلظات سنتی رہی تھی۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں سچ کڑوا ہوتا ہے اور وہ کڑوا سچ جلیل الدین صاحب کے حلق سے بھی نہیں اترا تھا۔

"وہ اس لیے کہ غلطی تمہارے پاپا کی ہے۔" جویریہ نے اسے تمام پتا سنا دی اور وہ تمام بات سن کر بھی اسے ہی قصوروار ٹھہرانے لگی۔

"تو تم نے ایسا کہا ہی کیوں پاپا سے بدتمیز تو تم خود ہو۔"

"اچھا اور جیسے تمہارے پاپا محترم نے تو تمیز میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔" اسے بھی غصہ آگیا عمارہ کی بے جا طرفداری پر۔ حقیقت جان کر بھی وہ باپ کی حمایت کر رہی تھی اور وہ بے چاری بھی کیا کرتی بیٹھے بٹھائے عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی جس طرح کے شدید غصے میں اس نے پاپا کو دیکھا تھا اور جس طرح کی باتیں سنی تھیں اس سے وہ بے حد گھبرا گئی تھی اور ادھر وہ خار کھائے بیٹھا تھا وہ کہاں جائے علاوہ رونے کے اور کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔

"افوہ یہ رونا تو بند کرو۔" جویریہ زچ ہو گیا اسے پہلے کبھی اس طرح روتے نہیں دیکھا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس کے سامنے اپنی خوبصورت آنکھیں بے دریغ رگڑ رہی تھی۔

"روؤں نہ تو کیا کروں؟" عمارہ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

"ٹھیک ہے اگر پاپا نے کچھ کہہ دیا تھا تو کم از کم تم تو اپنی زبان پر کنٹرول رکھتے چپ رہتے ضروری تھا انہیں دو بدو جواب دینا۔" انہوں نے غلط کہا تھا!" "میں مانتی ہوں مگر تم نے بھی تو کچھ اچھی حرکت نہیں کی۔ پلیز جویریہ میری بات مان لو معافی مانگ لو پاپا سے دیکھو معافی مانگنے سے تم گھس تو نہیں جاؤ گے تمہارا قد نہیں گھٹے گا بلکہ پاپا کا دل صاف ہو جائے گا تمہاری طرف سے پلیز جویریہ تھوک دو غصہ میری خاطر پلیز۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے منتیں کرنے لگی اور وہ اس کا بھیگا چہرہ دیکھ کر پسیج گیا۔

"ٹھیک ہے تمہاری خاطر سہی، مگر تم روؤ نہیں پلیز۔" اب وہ اس کی منتیں کر رہا تھا۔

اور اسی شام وہ جلیل ہاؤس میں تھا پھوپھو بھی اس پر ناراض ہونے لگیں کہ اس نے اپنے پھوپھا سے زبان درازی کیوں کی؟ اتنا پڑھ لکھ کر وہ ایسا بدتمیز ہو گیا ہے کیا یہی کچھ سیکھا ہے اس نے اپنی تعلیم سے وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں، وہ گردن جھکائے سنتا رہا۔ مجبوری بھی ایک بات منہ سے نکل گئی تھی اور اب اس کا خمیازہ بھگتنا تھا کہ یہاں کا اصول ہی یہ ہے کہ جس نے سچ بولا اس کی شامت آئی نہیں۔

اور شامت تو اس کی آئی تھی جلیل الدین صاحب گھر آئے تو وہ کسی عادی مجرم کی طرح سر جھکائے ان کے حضور پیش ہونے کو گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

"میں اس ناہنجار بدتمیز لڑکے کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتا اسے کہو میرے گھر سے نکل جائے۔" وہ پھوپھو پر برس رہے تھے جو انہیں آمادہ کر رہی تھیں کہ وہ بچے کی بات تو سن لیں مگر انہیں نہ تو اس بچے سے کوئی سروکار تھا اور نہ بچے کی بات سے۔

وہ خود اچھے خاصے سر پھرے تھے جس بات پر ایک بار اڑ جاتے پھر مجال ہے جو ایک انچ بھی سرک جائیں خود کو بڑا اور دوسروں کو ادنیٰ سمجھنے والے ایسے ہی غصیلے ہوا کرتے ہیں اور اس پرانے دو منزلہ مکان میں رہنے والے لوگ تو ان کے نزدیک تھے ہی معمولی جس کا اظہار وہ ایک بار نہیں بارہا ان کے منہ پر بھی کر چکے تھے۔ وہ اب "معزز" لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور اسی لیے انہیں یہ حق آپ ہی آپ تفویض ہو گیا تھا کہ وہ جس کی چاہیں عزت نفس کچل ڈالیں خود چاہیں دوسروں کو کچھ بھی کہتے رہیں مگر اپنی شان میں گستاخی برداشت نہ کی تھی اور بے عزتی برداشت کرنے والا تو جویریہ بھی نہیں تھا روتی دھوتی عمارہ کو چھوڑ کر وہ گولی کی طرح جلیل ہاؤس سے نکل گیا۔

*_*_*

حالات اتنے کشیدہ ہو جائیں گے کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا۔ ذرا سی بات کا ایسا بتنگڑ بنے گا کسی کے بھی وہم و گمان میں نہیں تھا ـــــ خاص کر چچا نے اسے بہت ڈانٹا۔ دادی نے شرمندہ کیا اور سب نے ہی اس کے لتے لیے۔

عمارہ بے چاری خوا مخواہ زد میں آ گئی تھی کیونکہ اس کے پاپا نے یہیں تک حد نہیں کی تھی انہوں نے تو ایسی کم ظرفی کا ثبوت دیا کہ سب ششدر رہ گئے۔

غلطی ان کی بھی تھی مگر انہیں اپنے کہے کا احساس کہاں تھا انہیں تو اتنا یاد رہ گیا تھا کہ جویریہ نے سب کے درمیان ان سے بے ادب لب و لہجے میں بدتمیزی کی تھی اور اس کی یہ خطا وہ کسی طور معاف کرنے پر تیار نہ تھے حالانکہ وہ کتنی بار اپنی انا اور خودداری بالائے طاق رکھ کر ان سے معافی مانگ چکا تھا۔ عمارہ سمجھا سمجھا کر تھک گئی مگر انہوں نے تو جیسے کان بند کر لیے تھے کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا تھا جویریہ کی تو صورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں رہے تھے۔

وہ اس روز بھی انہیں منانے ان کے آفس گیا تھا پہلے تو انہوں نے اسے اندر اپنے کمرے میں ہی نہیں آنے دیا اور جب وہ بھی ڈھیٹ بنا بیٹھا رہا تو انہوں نے اسے اندر بلایا۔

"ہاں میاں کس لیے روز روز چکر لگا رہے ہو یہاں جب ایک بار میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں تم جیسے بگڑے ہوئے بدتہذیب نوجوان کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تو کیوں منہ اٹھائے چلے آتے ہو۔" وہ اپنے دفتر کے پیون کے سامنے ہی اس پر بلا لحاظ برس پڑے اور بھی خوب کھری کھری سنائیں اور تو اور یہاں تک کہہ دیا۔

"اب تم کسی بھول میں مت رہنا کہ میں تم جیسے بدزبان لڑکے سے رشتہ داری کروں گا' اس کھنڈر میں بھیج دوں گا اپنی نازوں پلی بیٹی کو ایسا ہرگز ممکن نہیں ہم جس آس میں آتے ہو یہاں تو اب اسے خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔" وہ زہر خند ہو رہے تھے۔ جویریہ جو بہت ضبط سے ان کی بکواس سنتا رہا تھا آخر وہ بھی پھٹ پڑا۔

"تو آپ بھی اچھی طرح سن لیجیے جلیل الدین صاحب پہلی بات تو یہ کہ بگڑا ہوا اور بدتہذیب میں نہیں بلکہ آپ خود ہیں' اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اچھی طرح علم ہو جائے گا اور دوسرے آپ جس مکان کو کھنڈر کہہ رہے ہیں۔ وہ ہمارے لیے آپ کی اس عالیشان کوٹھی سے ہزار درجے بہتر ہے کیونکہ

اسے ہمارے بڑوں نے لوٹ مار سے نہیں بلکہ حق حلال کی کمائی سے حاصل کیا تھا اور آپ رکھیے اپنی بیٹی اپنے پاس مجھے بھی کوئی شوق نہیں آپ جیسے کو دولتیے بے ایمان اور رشوت خور شخص سے رشتہ داری قائم کرنے کا آپ اکڑتے رہیں اپنے اس کلف زدہ سوٹ پر جو جانے کتنے لوگوں کی جیب کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ ہونہہ۔"

وہ ایک نگاہ غلط ان پر ڈالتا الٹے قدموں پلٹ گیا اور وہ اپنے ایک معمولی ملازم کے سامنے اس عزت افزائی پر پاؤں پٹختے رہ گئے۔

*_*_*

اور پھر کوئی دھماکا ہوا تھا کہیں چھت گری تھی درو دیوار ہل کر رہ گئے ایک آفت ٹوٹی تھی اس کے دل پر جب عمارہ نے روتے ہوئے اسے یہ اطلاع دی۔

"میری شادی ہو رہی ہے جویریا نے بالا ہی بالا پتا نہیں کس سے میرا رشتہ طے کر دیا ہے تاریخ بھی مقرر کر دی ہے انہوں نے بہت ظالم ہیں وہ تم سے ناراض ہوئے تو مجھے بھی برباد کر رہے ہیں۔ پلیز جویر کچھ کرو کوئی اور کوشش۔"

وہ دھواں دھار رو رہی تھی اور وہ ریسیور کان سے لگائے اس کی آہ و زاری سنتا رہا اس کے کانوں میں عمارہ کی سسکیاں گونج رہی تھیں اور باقی ہر آواز مر گئی تھی جانے کتنی دیر وہ حواسوں سے بے گانہ رہا اور جب دقتوں سے خود کو سنبھال پایا تو بمشکل اس کے ہونٹ ہلے۔

"سوری عمارہ۔ میں کچھ نہیں کر سکتا پہلے ہی میں ناچاہتے ہوئے بھی بہت کچھ سہہ گیا ہوں مگر اب مجھ میں سکت نہیں۔ تم پلیز رودٔ نہیں بلکہ میری طرف سے مبارک باد قبول کرو کب ہو رہی ہے تمہاری شادی۔" یہ کہتے ہوئے اس نے منوں وزنی پتھر اپنے دل پر رکھا تھا۔

"جویر۔" عمارہ چیخ اٹھی۔ "تم تو میرے زخموں پر نمک پاشی مت کرو۔"

"سوری عمارہ۔ رئیلی سوری میں اب کچھ بھی نہیں کر سکتا جو ہو رہا ہے اسے اپنی تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لو۔ اسی میں بہتری ہے اور ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ پلیز۔" دل سے اٹھتی سسکیاں دباتے اس نے ریسیور پٹخ دیا۔

اور اس دن کے بعد اصل کہرام اس وقت مچا جب عمارہ کی شادی کا کارڈ سب سے پہلے انہی لوگوں کو بھیجا گیا اس ستم پر گھر کا ہر فرد حیران تھا دادی تو اس بے ہودہ مذاق پر واویلا کرنے لگیں۔

"ارے یہ کیا ہو گیا ستیاناس جائے جلیل الدین کا یہ کیا قہر توڑا ہے اس نے ذرا سے قصور کی اتنی بڑی سزا کچھ ایسا غلط تو نہیں کہا تھا میرے بچے نے جو اس کے کلیجے میں پھانس بن کر اٹک گیا خود چاہے دوسروں کے بچے ادھیڑ دے اور اس لاٹ صاحب کو کوئی کچھ کہے تو گنہگار۔ ارے خدا سمجھے ذرا خیال نہ آیا اتنی بے رحمی کرتے اور اسے جرات کیسے ہوئی عمارہ کا رشتہ کہیں اور طے کرنے کی وہ میرے جویر کی منگیتر ہے عزت ہے ہمارے گھر کی ہم نے رشتہ توڑا نہیں اور وہ اسے دوسری جگہ کیسے بیاہ رہا ہے۔ میں ابھی پوچھتی ہوں جا کر خود بات کروں گی اس خدائی فوجدار سے بڑا بنا ہوا ہے اونچے دماغ والا میں نے بھی ٹھکانے نہ لگایا تو میرا نام نہیں۔ اے رتبہ اندر سے چادر لاؤ میری۔"

جانے کس بات کا بدلہ لیا تھا ان سے اس سے پہلے بھی ایک بار ایسے ہی دکھ سے دوچار کیا تھا انھیں اور اب یہ دوسری بار بھلا کوئی تک تھی کہ سات سال قبل جو رشتہ ان کی منشاء سے استوار کیا گیا تھا وہ اب یوں بے دردی سے توڑا جا رہا تھا جویر ان کا لاڈلا تھا۔ عمارہ بھی انہیں کم پیاری نہیں تھی اور ان کی خوشیوں کے لیے انہوں نے جس ڈور میں انہیں باندھا تھا وہ اب ان کے ہاتھوں سے پھسل رہی تھی اور یہ سب قطعی ناقابل برداشت تھا ان کے لیے۔ وہ غصے کی حدوں کو چھوتیں برابر داماد کو برا بھلا کہے جا رہی تھیں رتبہ دوڑ کر ان کی چادر لے آئی۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں دادی۔" جویر ان کی آواز سن کر نیچے اترا ملگجے کپڑے، بکھرے بال، بڑھی ہوئی شیو اور دھواں دھواں چہرہ اس کے اجڑے دل کی داستان چیخ چیخ کر بیان کر رہے تھے۔ آنکھیں حال سنا

رہی تھیں ان خوابوں کی موت کا جو زندہ رہنے کی آس میں مر گئے ۔۔۔ رگ رگ میں اس کے اندر دھول اڑتی پھر رہی تھی ۔

اس کی اتری صورت دیکھ کر دادی کا کلیجہ منہ کو آگیا رتبہ نے بھی اسے دیکھا اور اس کا دل دکھی ہو گیا۔

"کہاں جاؤں گی میرے بچے جلیل الدین کے پاس جا رہی ہوں پوچھوں تو سہی آخر اس نے یہ ظلم کیوں کیا تمہارے ساتھ۔"

انہوں نے بڑھ کر اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا چمکتی صورت کیسے چند دنوں میں ماند پڑ گئی تھی آنکھوں میں وہ روشنی بھی نہ تھی اور نہ لبوں پر وہ مسکان انہوں نے بے اختیار اس کا ماتھا چوم لیا۔

"نہیں دادی اب ایسا نہیں ہوگا آپ کہیں نہیں جائیں گی کوئی ضرورت نہیں ہے کسی پتھر سے سر پھوڑنے کی' میں یہ بالکل برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی آپ کی بے عزتی کرے۔" اس نے اپنے ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ دیے۔

"ارے بیٹا بے عزتی تو جو ہونی تھی ہو گئی' اب تو میں وجہ پوچھنے جا رہی ہوں کہ ہمیں بے قصور یہ عذاب کیوں دے رہا ہے وہ۔" دادی کی آواز بھیگ گئی وہ اونچے لمبے جوہر کے سینے پر سر رکھے رونے لگیں اس نے کرب سے ہونٹ کاٹ کر ان کے گرد اپنے مضبوط بازو حمائل کر دیے۔

"پلیز دادی روئیں نہیں خدانخواستہ کوئی انسان ہمیں عذاب دینے والا کون ہوتا ہے یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب قسمت کا چکر ہے خدا نے یونہی لکھ رکھی تھی میری تقدیر عمارہ میرا نصیب نہیں تھی بس۔" وہ اپنے ساتھ انہیں بھی بہلا رہا تھا شاید بولتے بولتے آنکھیں بھیگنے لگیں تو زور سے پلکیں بھینچ لیں دور ستون سے لگی رتبہ اس کے دکھ پر بے آواز رو رہی تھی۔

"مگر۔۔۔ مگر بیٹا پھر بھی میں ایک بار اس سے پوچھوں تو کہ وہ۔"

"خدا کے لیے دادی میں کہہ رہا ہوں ناں کوئی ضرورت نہیں ہے اس بات کی۔" وہ حتی المقدور اپنی آواز کی کپکپاہٹ پر قابو پاسکا۔

"عمارہ ان کی بیٹی ہے وہ جہاں چاہیں اس کی شادی کریں ہمیں کیا آپ یا کوئی بھی اور اس ٹاپک پر بات کرنے وہاں نہیں جائے گا بس چھوڑ دیں اس قصے کو یہ ہی سمجھ لیں کوئی عمارہ ہماری زندگی میں تھی ہی نہیں پلیز۔ آپ کو خدا کا واسطہ بھول جائیں وہ سب۔" وہ انہیں چھوڑ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا واپس اوپر چلا گیا۔

یہ صدمہ سب کے لیے اذیت ناک تھا۔ سب ہی ذہنی و دلی کرب سے دوچار ہوئے تھے پورے گھر پر خاموشی کی دبیز چادر سی تن گئی تھی ہر کوئی دوسرے سے یوں الگ الگ پھر رہا تھا جیسے اس سارے چکر میں وہی قصوروار ہو۔

جانے عمارہ کا کیا حال تھا وہ بھی کتنی دکھی ہوگی بے چاری' رو رو کر حشر کرلیا ہوگا اس نے تو اپنا سب کا دھیان بھی جوہر کی طرف ہوتا کبھی اس کی طرف۔

پندرہ دن بعد اس کی شادی تھی اور اتنے دن کیا بیتے تھے اس پر اور اتنے دن ہی کیا اب تو تمام زندگی کا رونا مقدر ہو گیا تھا۔

دادی کا تو کلیجہ شق تھا اس غم سے بہت عزیز تھے وہ دونوں انہیں۔

"جلیل الدین نے اچھا نہیں کیا یہ سب کر کے' ہماری امانت میں خیانت کی ہے اس نے ہماری عزت کسی اور کے حوالے کر کے طمانچہ مارا ہے ہمارے منہ پر وہ یوں کر کے نیچا دکھانا چاہ رہا ہے ہمیں۔ کیا سمجھتا ہے اس طرح بہت دکھی کر دے گا ہمیں ہاں دکھ تو ہمیں ملا ہے مگر میں بھی اس دکھ کو روگ نہیں بننے دوں گی اگر وہ اپنی جگہ باحیثیت ہے تو کم حیثیت ہم بھی نہیں۔ کیا جتانا چاہتا ہے خود اپنی بیٹی کی شادی کر کے کیا ہمارے جوہر کے لیے اور کوئی لڑکی نہیں بچی اس دنیا میں وہ اپنی بیٹی بیاہ دے گا اور ہمارا بچہ یونہی روتا رہ جائے گا نہیں میں بھی اس مذاق کا ایسا منہ توڑ جواب دوں گی اسے کہ یاد رکھے گا۔"

رات جب سب اہل خانہ دسترخوان پر جمع تھے اور ہر کوئی رک رک کر نوالے زہر مار کر رہا تھا۔ شور تھا تو چمچوں پلیٹوں کا یا پھر گہری سانسیں اس کے علاوہ اور

کوئی آواز نہیں تھی کہ دادی تلخ لہجے میں بولنے لگیں۔ سارے ہاتھ ٹھہر گئے سب انہیں دیکھنے لگے اور انہوں نے سب کے ستے چہروں پر نظر ڈالی پھر شاید خود سے پوچھنے لگیں۔

"ابھی تو کافی دن ہیں ناں عمارہ کی شادی میں ہاں بس ٹھیک ہے میں اس کی شادی سے پہلے اپنے جویر کے سر پر سہرا سجاؤں گی میں نے بھی سوچ لیا ہے' سنو بیٹا۔" انہوں نے چچا اور ابو کو باری باری دیکھا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور امید کرتی ہوں تم دونوں اس سے انکار نہیں کرو گے کیونکہ اب مجھے بھی ضد ہو گئی ہے آخر کو ہماری عزت کا سوال ہے۔ بولو مانو گے میری بات؟"

"آپ حکم کریں امی جان۔" وہ دونوں منتظر تھے اور باقی سب بھی متوجہ انہوں نے جویر کی خالی پلیٹ پر نظر ڈالی اور بولیں۔

"میں چاہتی ہوں اس جمعہ کو جویر کی شادی کر دی جائے کیوں کیا خیال ہے تم لوگوں کا؟"

"شادی۔" جویر کی تو جو حالت ہوئی سو ہوئی اور سب بھی حیران ہو گئے۔

"ہاں شادی ابھی چار دن باقی ہیں جمعہ آنے میں گھر ہی کی بات ہے تیاری کی کیا ضرورت؟ بس ایسا کرو کل ہی جا کر کارڈ چھپوا لو پھر میں خود جلیل الدین کے ہاں دے کر آؤں گی اسے بھی پتا چلے اگر وہ اینٹ مار سکتا ہے تو پتھر سے جواب دینا ہمیں بھی آتا ہے۔"

ان کا لہجہ کڑا اور کرخت تھا اور چہرے پر ایسا مضبوط تاثر کہ جو سوچ چکی ہیں وہی کر کے دم لیں گی بات مکمل کر کے انہوں نے سب کو دیکھا جو ابھی تک متحیر تھے اور انہیں دھیان آیا بات تو ابھی ادھوری ہے سب کی آنکھوں میں ایک ہی سوال مچل رہا تھا۔ "آخر جویر کی شادی کرنی کس سے ہے؟"

"ارے اس طرح کیا دیکھ رہے ہو تم سب مجھے' خدا خیر رکھے میں اپنے بچے کے سر پر اپنے ہاتھ سے سہرا سجاؤں گی اور اس کی دلہن بناؤں گی اپنی تیور رانی کو۔" انہوں نے ہنس کر بہت پیار سے اپنے برابر بیٹھی رتبہ کو دیکھا جس کے ہاتھ سے یہ سنتے ہی شیشے کا گلاس چھوٹ گیا۔

"احتیاط سے بیٹا۔" بے اختیار ابو چچا اور دادی کے منہ سے نکلا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بکھری کرچیوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اٹھ کر ان سے یوں دور بھاگی جیسے کچھ دیر اور یہاں رہی تو وہ ساری کی ساری اس کے بدن میں چبھ جائیں گی۔

"دادی۔" جویر کی حیرت بھی اس چھناکے سے ٹوٹی تھی۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ آ۔ آپ کو اندازہ ہے کہ۔۔۔"

"چپ رہو تم' میں فیصلہ کر چکی ہوں اور کسی کو اجازت نہیں دوں گی کہ وہ اس پر اعتراض کرے کیوں ٹھیک ہے ناں۔" وہ بیٹوں اور بہوؤں کو دیکھ رہی تھیں اور ان کے بیٹے فرمانبردار بہوئیں تابعدار تھیں اتنی جرات نہیں تھی کہ ان کے حکم سے سرتابی کریں انہوں نے سر جھکا دیا۔

"بس ٹھیک ہے خدا خیر کی گھڑی لائے ضروری انتظامات کر لو تم جو خریداری کرنی ہے جتنے مہمانوں کو بلانا ہے اور کارڈ ضرور چھپیں گے۔" انہوں نے مسکرا کر تاکید کی۔

"فکر نہیں کیجیے امی' کل سب سے پہلا کام یہی کروں گا میں۔" چچا کا چہرہ کھل اٹھا۔

"اور میں خود جاؤں گا آپ کے ساتھ جلیل الدین صاحب کے ہاں تاکہ انہیں کارڈ کا جواب کارڈ سے دیا جا سکے۔" ابو ہنسنے لگے۔ دادی بھی ہنس دیں امی اور چچی کے چہروں پر بھی مسکان تھی۔

جویر پلیٹ کھسکا کر اٹھ گیا دھیرے دھیرے کوئی دل مسل رہا تھا اس کا۔

*_*_*

اور دادی نے کتنے یقین سے کہا تھا کہ وہ اس کی شادی بالکل پھیکی سیکھی نہیں کریں گی بڑی دھوم دھام سے سجائیں گی اپنی گڑیا کو مگر کون جانتا ہے کہ وہ جو کہہ رہا ہے وہ پورا بھی ہو گا یا نہیں۔ اگر دنیا میں وہی سب ہونے لگے جو انسان چاہے تو پھر کہیں بھی دکھ نام کی کوئی چیز باقی نہ بچے۔ کسی شجر کسی چمن میں خزاں کا نام

ونشان نہ رہے ہر کوئی اپنی مرضی اپنی منشاء کی خوشیاں حاصل کرلے غم تو کسی کو چھو کر بھی نہ گزرے مگر ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ انسان تو بے اختیار ہے بااختیار اور سب کی تقدیریں لکھنے والا تو اوپر ہے وہ جو چاہے کرے خوشی غم دکھ سکھ سب اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب چاہے اور جو اپنے بندے کے حق میں بہتر جانے وہی اپنے بندے کو دے دیتا ہے اور ان لمحوں میں انسان تو بس حیران ہوتا ہے یا پریشان۔

گو دادی نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں رکھنا چاہی تھی مگر ان چار دنوں میں بھلا کیا ہو سکتا تھا رسمیں بھی ہوئیں گھر میں ہلا گلا کرنے کی کوشش بھی کی گئی مگر وہ رنگ تو کہیں نہیں تھا جو عموماً" شادیوں پر ہوا کرتا ہے بہت خاموشی سے ہی آگیا تھا وہ دن۔

"میں نے پوچھا تھا جویریہ بھائی سے کہ اپنی تبو کی شادی کریں گے کس سے تو انہوں نے ہنس کر کہا تھا کہ پکڑ لائیں گے چڑیا گھر سے کوئی بندر۔ اور ہاہاہا کتنے مزے کی بات ہے انہیں پتا ہی نہیں تھا کہ ایک دن وہ بندر خود ہی بن جائیں گے۔" بت بنی رتبہ کے ماتھے پر ٹیکا سجاتی عفت ہنس رہی تھی۔

"کیوں تبو رانی ہے ناں عجیب بات' مجھے تو بہت ہنسی آرہی ہے تمہیں نہیں آرہی۔" اس کا سرخ زرتار آنچل درست کرتے اس نے پوچھا اور رتبہ نے بھاری پپوٹے اٹھا کر کچھ ایسی نظروں سے اسے دیکھا کہ وہ بے چاری خوا مخواہ شرمندہ ہو گئی۔

"افوہ تم نے چوڑیاں نہیں پہنیں ابھی تک۔" دادی ناراض ہو رہی تھیں ایک تو تم نے مہندی بھی بہت ضد سے لگوائی اس پر چوڑیاں بھی نہیں پہنی تھیں اب دیکھو دادی نے کتنی ساری چوڑیاں بھجوائی ہیں لو جلدی کرو۔" عفت نے جھکتے ہوئے بیڈ پر بکھری ڈھیر ساری چوڑیاں سمیٹ کر اس کی گود میں رکھ دیں سرخ دامن پر بکھری سرخ چوڑیاں دیکھتے ہی رتبہ کو ہول آنے لگے۔

"آخر کس لیے سجایا جا رہا ہے مجھے اتنا۔"

وہ جو پچھلے کئی دن سے خاموشی کی صلیب پر لٹک رہی تھی ان لمحوں میں سسک اٹھی بے اختیار ایک چوڑی اٹھا کر مٹھی میں دبائی تو وہ تڑخ سے ٹوٹ گئی۔ سی کر کے اس نے مٹھی کھولی تو کانچ کے ننھے ننھے ذرے ہتھیلی میں دو تین جگہ کھب گئے تھے اور اب ان جگہوں سے سرخ قطرے ابل رہے تھے۔

"اف یہ کیا کیا تم نے؟" عفت تڑپ ہی تو گئی۔

"پاگل نہ ہو تو میں نے تم سے چوڑیاں پہننے کے لیے کہا تھا زخم لگوانے کے لیے نہیں بے وقوف۔" اس کا ہاتھ تھامے وہ احتیاط سے کانچ نکالنے لگی۔

"صرف ہاتھ تم صرف ہاتھ کی بات کرتی ہو عفت میں تو ساری کی ساری زخمی ہو جاؤں گی' کرچی کرچی ہو جاؤں گی میں اتنے بڑے ایثار کی اہل نہیں تھی جتنی بڑی قربانی مجھ سے لے لی گئی ہے۔ کتنے آرام سے مصلوب کر لیا گیا مجھے اور میں کیوں ہو گئی کس طرح ہو گیا یہ سب۔ کیا ہو گیا میرے تو سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آج کا دن اتنی بڑی تبدیلی لائے گا تقدیر ہی پلٹ کر رکھ دے گا میری۔"

وہ لب بھینچے بہت ضبط سے اپنے آنسوؤں کو بہنے سے روکے ہوئے تھی ورنہ تو دل چاہ رہا تھا کسی کونے میں چھپ کر خوب روئے۔ جو قیامت اس پر ٹوٹنے والی تھی' اس کا تصور ہی جان لیوا تھا جس سے کل تک اس کا کچھ اور رشتہ تھا آج اس کے نام اس کے تمام حقوق لکھ دیئے گئے تھے اور اب یہ اس کی قسمت کہ وہ ان حقوق کی پاسداری کرتا ہے یا نہیں۔

اسے تو سوچ سوچ کر ہول آرہے تھے جویریہ کا متوقع روپہ دم نکالے جا رہا تھا عفت نے اسے چوڑیاں پہنائیں ہتھیلی پر مرہم لگایا اور بہت ہی پیار سے تھوڑی چھو کر بولی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو تم۔"

"مذاق مت اڑاؤ میرا۔" رتبہ یک دم بھڑک گئی جانے کیوں یہ جملہ سماعت پر گراں گزرا تھا بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ عفت کو اس کی کیفیت کا پورا اندازہ تھا وہ کب سے خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے ہوئے تھی۔ اب جو آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تو وہ خاموشی سے دیکھے گئی جان کر تسلی نہ دی اچھا تھا تھوڑا رو کر دل

ہلکا کر لیتی اور وہ جو رونے پر آئی تو روئے چلی گئی نہ آنسوؤں پر اختیار رہا نہ سسکیوں پر جب وہ تھکے وجود اور بجھے چہرے کے ساتھ کمرے میں آیا تو وہ عفت سے لپٹی بے تحاشا رو رہی تھی۔

"اف۔" جویریہ کا دل دکھی ہو گیا اس پر تو عذاب ٹوٹا ہی تھا مگر وہ بے چاری ناحق لپیٹے میں آگئی تھی عفت نے اسے آتے دیکھا تو گھبرا کر رتبہ کے کان میں کہنے لگی۔

"چپ کرو جویریہ بھائی آگئے ہیں۔" اور اس نے یک لخت روتے روتے یوں دم سادھ لیا جیسے پورے وجود میں ایک بھی سانس نہ بچی ہو۔ آنسوؤں کو روکنا بہت مشکل تھا اور سسکیوں پر قابو پانا اس سے کٹھن لیکن وہ یہ مشقت بھی کر گئی عفت نے اسے پانی پلایا نہ رونے کی تاکید کی اور پیار کر کے کمرے سے نکل گئی اور رتبہ کو لگا کہ اب کہ تب کسی بھی لمحے میں اس کی روح پرواز کر جائے گی۔

"اف خدا' زندگی کا کتنا کڑا ہے یہ مرحلہ۔" اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

جویریہ کمرے کے وسط میں کھڑا تھا در و دیوار' چھت ایک ایک کونے میں کبھی اس نے عمارہ کے خواب سجائے تھے راتوں کے کئی پہر اسے ہی سوچتے گزارے تھے ہر دن کے کئی لمحے اس کے نام لکھے تھے اس کمرے کا ایک ایک گوشہ اس کی محبتوں کا راز دار تھا یہاں کی ایک ایک شے جانتی تھی کہ ان پر کبھی عمارہ کا حق بھی ہو گا۔ وہی آئے گی اس فضا میں اس کی شریک حال ہونے مگر اب سب حیراں تھے یہ چہرہ کیسے بدل گیا یہاں آہٹیں تو اس کی گونجا کرتی تھیں وہ چہکاریں وہ ہنسی اور ہر طرف اسی کی خوشبو تو اسی کی تھی لیکن یہ کون ہے؟

وہ سب آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہے تھے جس نے عمارہ کی جگہ لے لی تھی اور وہ خود بھی اسے دیکھ رہا تھا خالی خالی بے رنگ نظروں سے کوئی جگنو نہیں تھا آنکھوں میں کسی جذبے کا خول نہیں تھا چہرے پر سپاٹ ۔ اور بے تاثر انداز کتنے بے جان لمحوں کے بعد وہ خود کو دھکیلتا ہوا بیڈ تک لایا اور یوں بیٹھا جیسے صدیوں کی تھکن سے چور ہو۔

"سوری رتبہ میں نے تو بہت سمجھایا تھا دادی کو کہ وہ اپنا یہ فیصلہ واپس لے لیں بہت روکا تھا انہیں کہ مجھ پر جو بیتنا تھا وہ بیت گیا مگر وہ تم پر تو ظلم نہ کریں مگر انہوں نے میری ایک نہیں مانی' میں نہیں چاہتا تھا میری بربادی کا سایہ تم پر بھی پڑے مگر کسی نے میری سنی ہی نہیں میں جانتا ہوں تمہیں دکھ ہو رہا ہے زیادتی ہوئی ہے تمہارے ساتھ لیکن۔" وہ بولا تو ہانپ رہا تھا۔

رتبہ نے پلکیں اٹھائیں دھندلائی آنکھوں سے اسے دیکھا وہ اس قافلے کا اجڑا ہوا مسافر لگ رہا تھا۔ جسے راہزنوں نے لوٹ لیا ہو اور اس پر ستم وہ راہ بھٹک کر کہیں اور نکل آیا ہو کیسا لٹا لٹا اور ویران حال ہو رہا تھا وہ خالی دامن خالی ہاتھ کچھ بھی تو نہیں بچا تھا اس کے پاس اور اسے اس بات کا احساس بھی تھا تبھی معذرت خواہانہ لہجے میں کہنے لگا۔

"تم جانتی ہو رتبہ میری زندگی میں عمارہ کی کیا حیثیت تھی۔ عمارہ کیا تھی میرے لیے' میں نے اسی کے خواب دیکھے مگر بد قسمتی کہ ہمارے ستارے آپس میں نہیں ملتے تھے اور اب اچانک یہ سب کچھ ہو گیا چند ہی دنوں میں کس طرح بدلا تقدیر کا لکھا' کیسی کایا پلٹی ہے کیا یوں بھی ہوتا ہے یا شاید یونہی ہونا رقم تھا مقدر کے ورق پر مگر جو کچھ ہوا ہے کچھ اچھا نہیں ہوا ہمارے ساتھ بھی اور تمہارے ساتھ بھی کیونکہ میں اپنی دھن میں خوابوں کی ڈور تھامے اتنی دور چلا گیا تھا کہ وہاں سے پلٹتے پلٹتے تو بھی اب مجھے وقت لگے گا اور اگر ایسے میں' میں تم سے زیادتی کر جاؤں تو پلیز میری اس کوتاہی پر درگزر سے کام لینا۔ میں ابھی بہت پریشان ہوں رتبہ مگر میں نہیں چاہوں گا کہ مجھ سے تمہیں کوئی پریشانی ملے لیکن اگر پھر بھی ایسا ہو جائے تو۔"

آنکھوں میں اترتے ڈھیر سارے پانی نے اسے مزید بولنے کی اجازت نہ دی۔ حلق میں گولا سا اٹک گیا تھا وہ لب بھینچتا منہ پھیر کر ان آنسوؤں کو پینے کی سعی کرنے لگا جو ضبط کا مضبوط بند توڑنے پر یوں آمادہ ہوئے تھے کہ جیسے آنکھوں کے راستے دل کا سارا درد بہا کر لے جائیں گے۔ مگر ایسا ممکن کہاں تھا بھلا یہ

آنسو داغ کب دھوتے ہیں یہ تو بس برستے ہیں اس بارش کی طرح جو ساری زمین پر اپنا نشان چھوڑ جاتی ہے کہیں لہلہاتی فصل کی صورت میں تو کہیں اجڑے ٹوٹے پھوٹے مکانوں کی صورت اور ان آنسوؤں میں بھی کچھ ایسی ہی دھند بھی جو کسی مکان کے گرنے کے بعد اٹھتی ہے۔

وہ رو رہا تھا وہ اونچا لمبا جوہر جسے دیکھ کر وہ دعائیں مانگا کرتی تھی کہ یہ ہمیشہ یونہی ہنستا مسکراتا خوش باش رہے مگر آہ یہ تقدیر بس دل سے مانگی گئی دعائیں بھی بے اثر ہو جاتی ہیں ان کے آگے۔

اس کی سسکیاں سن کر سدا کی ہمدرد' نرم دل رتبہ کے اندر بھی قطرہ قطرہ پانی گرنے لگا وہ جو اپنے چھوٹے چھوٹے دکھ پر بھی آنکھیں بھر لیتی تھی اس وقت بخوبی اندازہ کر سکتی تھی کہ جوہر کی کیفیت کیا ہو گی کتنا درد سرایت کر گیا ہو گا اس کی رگوں میں اور جس کی ٹیسوں سے وہ یوں بے حال ہو رہا ہے۔ بے اختیار اس کا جی چاہا وہ بڑھ کر اس کے آنسو پونچھ دے اسے تسلی دے ہمدردی کرے اس کے دل کے زخموں پر مرہم رکھ دے کسی پر خلوص دوست کی طرح اس کا درد بانٹ لے مگر اس سے کہے کیا' کس طرح اپنی ہمدردی کا اظہار کرے۔

وہ ابھی اسی کشمکش و پیچ میں تھی کہ آستین سے آنکھیں پونچھتا جوہر اٹھ گیا دونوں ہاتھ سے اپنا چہرہ تھپتھپا کر اس نے سر جھکائے بیٹھی رتبہ کو دیکھا جس کی پلکوں پر بھی موتی چمک رہے تھے۔

"اف اس لڑکی کے بھی کچھ خواب ہوں گے مگر زیادتی ہو گئی اس کے ساتھ۔" وہ اپنے آپ میں شرمندہ ہونے لگا اور اسے یاد آیا یہاں آتے ہوئے دادی نے ایک ڈبیہ رکھ دی تھی اس کی جیب میں اور کہا تھا اپنی دلہن کو دے دینا۔

"ہاں' بے چاری دلہن۔" اسے رتبہ کی حالت پر ترس آیا اور بے اختیار دل چاہا اس کے ساتھ کی گئی زیادتی کی تھوڑی سی تلافی کر دے وہ دوبارہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور جیب سے ڈبیہ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے بولا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو تم۔" اس جملے پر بے ساختہ رتبہ نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا اس کی آنکھیں گیلی اور لبوں پر بے حد دھیمی مسکان تھی مگر جو پل میں مدغم ہو گئی اور وہ کسی بھی طرح اسے یہ نہ کہہ سکی۔

"مذاق مت اڑاؤ میرا۔"

*_*_*

"جب کوئی پیاسا طویل مسافت کے بعد لب دریا پہنچے اور ابھی وہ حد نظر تک پھیلے پانی کو دیکھ کر خوش ہوا ہو نہ وہ گھونٹ اوک میں بھر کر حلق میں اتار پایا ہو اس کی پیاس نہ بجھی ہو تھکن نہ اتری ہو اور اس کم نصیب کو یہ حکم سنا دیا جائے کہ وہ بس کنارے کھڑا نظروں سے سیراب ہو لے۔ اس پانی کو چھوئے بھی نہیں تو جانتی ہو اس کی حالت کیسی ہوتی ہے؟" بھاپ اڑاتی کافی کا کپ اس کی طرف بڑھاتے فریال نے جس لہجے میں پوچھا وہ اس پر حیران ہو کر انہیں دیکھے گئی۔

"اور جب پہلی ہی رات ارمانوں بھری عورت کو مرد کے ہاتھوں محبت کے امرت کے بجائے بے اعتنائی کا زہر پینا پڑ جائے یک لخت پھولوں بھری سیج کانٹوں بھری ہو جائے۔ رات کے ماتھے پر سجا چاند اس کی پیشانی کا داغ بننے لگے سارا ہار سنگھار بے معنی ہو جائے تب دل پر کیا قیامت گزرتی ہے غالباً" اس درد سے تو پوری طرح واقف ہو گئی ہو گی تم ایک پیاسے اور ایک عورت کی کیفیت ایسے وقتوں میں عین عین ہی ہوتی ہے مجھے اس کا تجربہ ہے اور افسوس اس بات کا ہے کہ سب نے مل کر تمہیں بھی ایسی ہی تپتی بھٹی سے گزار دیا اور تم چپ چاپ گزر بھی گئیں بیوقوف کم از کم احتجاج ہی کر لیتیں اس جبر پر۔

مجھے تو انجانے میں دھکیلا گیا تھا ایسی رات کی طرف مگر تم تو سب جانتی تھیں پھر بھی۔ یہ تم نے اپنے ساتھ بالکل اچھا نہیں کیا رتبہ۔ تمہیں علم نہیں تم کیسے اندھیرے غار میں اتر گئی ہو اور اب جہاں کبھی کبھار بھولے بھٹکے آنے والی محبت کی کرنیں تمہاری اپنی نہیں ہوا کریں گی مستعار ہوں گی وہ بھیک کی طرح تمہارے دامن میں گرا کریں گی اور بہت کٹھن ہوا

کرے گا وہ لمحہ جب وہ اس کی یادوں سے گھبرا کر تمہارے وجود میں پناہ ڈھونڈا کرے گا۔

اف 'تب کس طرح پارہ پارہ ہوتا ہے جگر تمہیں اس درد کی اذیت نہیں معلوم ارے تم ظلم کر بیٹھی ہو اپنے ساتھ۔"

فریال متاسف سی بول رہی تھیں اور اس کی نگاہیں کپ سے اٹھتی بھاپ پر جمی ہوئی تھیں۔

"ہائے کتنا درد مشترک ہوگیا ہے ہمارا۔ جلیل الدین کی دونوں بیٹیاں لوٹ کر لے گئیں ساری خوشیاں۔ بڑی کا منحوس سایہ میری زندگی پر چھایا ہوا ہے اور چھوٹی کے باعث تم پر عذاب ٹوٹا کریں گا۔ ثمرو کی محبت کا روگ تمہارے بھائی کو لگا ہوا ہے اور عمارہ کا جویریہ کو لگ گیا وہ دونوں بہنیں تو سکھ چین بھی لے گئیں ہمارا خدا غارت کرے انہیں۔"

"خدا نہ کرے بھابھی ثمرو اور عمارہ آپی اپنے اپنے گھروں میں خوش رہیں پلیز ایسا تو مت کہیں۔" وہ صدا کی نرم خو فریال کی آہ پر بے اختیار انہیں ٹوک گئی۔

"ہاں وہ اپنے اپنے گھروں میں خوش رہیں اور ہم خوشی کو ترسیں مجھے تو پانچ سال ہوگئے اس عذاب کو بھگتتے اور تمہیں تو ابھی چند دن ہوئے ہیں اس لیے اتنی گداز ہو رہی ہو ابھی تمہیں ترس آرہا ہوگا جویریہ کی خستہ حالی پر مگر جب کچھ دن گزریں گے تمہیں احساس ہوگا کہ وہ نگاہ جو تم پر اٹھتی ہی نہیں اور اگر اٹھتی ہے تو اس میں تمہارا عکس نہیں عمارہ کی شبیہ ہوتی ہے تو پھر تمہیں خود پر ترس آیا کرے گا اور تب میں پوچھوں گی کہ اب بتاؤ ایسے لمحوں میں دل کتنا ہے کہ تمہیں اس وقت روح کتنے بوجھ تلے دب جاتی ہے کس طرح دم گھٹنے لگتا ہے اور کیسے بلک بلک کر رونے کو جی چاہتا ہے مگر جب رویا نہیں جاتا تو کیا کیفیت ہوتی ہے آنکھوں کی جلن کلیجے سے اٹھتا دھواں کیا حشر کرتا ہے؟"

فریال انتہائی تلخ ہو رہی تھیں۔ جو کچھ ان پر بیتا تھا اس نے حد درجے کڑواہٹ گھول دی تھی ان کے اندر۔ بچپن ہی سے انہوں نے اپنے لیے محبتوں کا نقدان پایا تھا ایک معمولی تنخواہ دار سخت گیر باپ کی بیٹی تھیں جن کی ذمہ داری صرف اور صرف گھر کے اخراجات پورے کرنا تھا گھر کے افراد کی احتیاجات کی انہیں کم کم پروا ہوتی تھی۔

اور ماں کم آمدنی میں کھینچ کھانچ کر آٹھ بچوں کی پرورش کرتے کرتے بے حد چڑچڑی اور بد مزاج ہوگئی تھی اسے سارا دن سو فکریں لگی رہا کرتیں سویرے سے رات گئے تک اس کے غم ہی ختم نہ ہوتے اور ایسے میں اولاد بے چاری اس کی ممتا' محبت اور توجہ کو ہی ترستی رہ جاتی۔

فریال اپنے آٹھ بہن بھائیوں میں پانچویں نمبر پر تھیں ضرورت سے زیادہ حساس واقع ہوئی تھیں وہ دوسرے گھر کے ماحول نے ان پر برا اثر ڈالا تھا باپ کی سخت گیری ماں کی بے توجہی ہر وقت بہن بھائیوں کی آپس میں نوک جھونک اور گھر کی سفید پوشی کا بھرم رکھتے رکھتے کئی چھوٹی چھوٹی ضروریات زندگی سے بھی محرومی ان سب باتوں نے انہیں خاصا زود رنج کر دیا تھا۔

اور اس پر جب شادی ہوگئی تو وہ بھی ہر لڑکی کی طرح ہزاروں' خواب' خواہشیں' تمنائیں' آرزوئیں اور ارمان لے کر رمیز بھائی کی سیج تک آئی تھیں مگر وہاں تو انہیں ان کی بے اعتنائی سہنا پڑ گئی اور تب ان کا پور پور چیخ اٹھا۔

جس شخص کے لیے وہ سج بن کر آئی تھیں وہ تو انہیں ان نگاہوں سے دیکھ ہی نہیں رہا تھا جن کی انہیں تمنا تھی ان آنکھوں میں تو رنگ ہی کسی اور کے تھے اور وہ اجڑے رنگ تھے ثمرو سے محبت کے نازک سی کانچ کی گڑیا جیسی حسین اور دلکش ثمرو۔ جب وہ بولتی تو لگتا ہر نظارہ بول رہا ہے اور جب وہ ہنستی تو محسوس ہوتا کہ لمحہ ٹھہر گیا ہے صرف اس کا ہنستا ہوا چہرہ دیکھنے کو۔

جانے کب وہ کانچ کی گڑیا رمیز بھائی کے دل میں اتر گئی تھی اس بات کا علم تو انہیں بھی نہیں ہوا وہ تو بس چپکے چپکے اس گڑیا کو دیکھا کرتے تھے جو میدے اور شہد سے گوندھ کر بنی تھی جس کی آنکھوں میں آسمان کے

ستارے بھرے تھے اور جو چٹکتی کلیوں کی طرح مسکایا کرتی۔

ثمرو کبھی کبھار ہی ان کے ہاں آیا کرتی تھی وہ ایک ایک پل اس کا انتظار کرتے ہر گھڑی اسی کے منتظر رہتے اور جب وہ آجاتی اس کی آواز جھرنے کی طرح گھر کے آنگن میں گونجا کرتی تو وہ ہر کام چھوڑ کر اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے دیکھا کرتے۔ وہ دادی کے ساتھ باتیں کیے جاتی امی کے ساتھ گپیں لگاتی اور رتبہ کے ساتھ مل کر کھیلنے لگتی وہ سب کے ساتھ ہی گھل مل جایا کرتی تھی ان کے کمرے میں بھی آتی چند لمحے ٹھہر کر اپنی خوشبو سے گوشہ گوشہ مہکا جاتی اور وہ کئی دنوں تک اس خوشبو میں مست رہا کرتے۔

آہستہ آہستہ محبت کی جڑیں ان کے اندر دور تک پھیلی تھیں اور جب انہوں نے چاہا کہ اب اس شاخ پر پھول بھی کھلیں تو اچانک جانے کہاں سے خزاں نے آکر سارے کے سارے سبز پتے ہی زرد کر ڈالے۔ وہ بہت خاموشی سے ثمرہ کو چاہتے تھے بس ایک دن بے خودی میں دادی پر اپنے دل کا راز آشکار کر گئے تھے اور وہ دوسرے ہی دن بہت خوشی خوشی گئی تھیں بیٹی کے پاس اپنے چاند جیسے رمیز کے لیے ستارہ جیسی ثمرہ کو مانگنے اور شائزہ پھوپھو نے تو فوراً" ہی ہامی بھرلی تھی بھلا انہیں اپنے پیارے بھتیجے سے زیادہ اور کون عزیز ہوتا۔

مگر کیا کیجیے اس تقدیر کا کہ اس کا تو ہر کھیل ہی نرالا ہے ہر ہر قدم پر یہ ایسے تماشے دکھاتی ہے کہ انسان بے چارا دنگ رہ جاتا ہے۔ شائزہ پھوپھو تو راضی تھیں اس رشتے پر مگر خلیل الدین صاحب اڑ گئے کیونکہ وہ اپنے کاروبار کو مزید چمکانے کی غرض سے ثمرو کا رشتہ اپنے کسی دوست کے بیٹے سے طے کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ دادی اور پھوپھو نے انہیں لاکھ اس ارادے سے باز رکھنا چاہا مگر وہ بھی ایک ہی تھے اپنے نام کے جو فیصلہ کر چکے تھے اس سے ایک انچ نہ ہلے۔

اور پھر دادی جتنی مسرور گئی تھیں اتنی اداس واپس لوٹیں اور ان کا اترا چہرہ دیکھ کر ہی رمیز بھائی کا دل ڈول گیا تھا اور جب انہیں تمام بات کا علم ہوا تو وہ ایک لفظ نہیں بول سکے تھے۔ کتنی دیر وہ گم صم بیٹھے رہے دادی اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں اور داماد کی مطلب پرستی پر کڑھ رہی تھیں۔ رمیز بھائی چپ چاپ بیٹھے فرش کو گھور رہے تھے پھر اسی خاموشی سے اٹھ کر چل دیئے دادی نے ان کی شکستہ چال دیکھی تو بے پناہ افسردہ ہو گئیں اور قبل اس کے کہ ان کی شکستگی کا احساس پختہ ہو جاتا وہ جھٹ پٹ فریال کو اس کی دلہن بنا لائیں۔

اور وہ بے چارے اس زخم سے پوری طرح سنبھلے بھی نہیں تھے کہ نئے بندھن میں جکڑ دیئے گئے وہ اس وقت اپنے اختیار میں کہاں تھے دل ریزہ ریزہ ہو رہا تھا ان کا اور ایسے میں زبردستی خود پر مسلط کیا جانے والا وجود بے حد برا لگا تھا انہیں اور وہ اس سے کچھ ایسا سلوک کر گئے تھے کہ جسے وہ آج تک نہیں بھولا پائی تھیں۔

وہ تو پہلے ہی محبتوں کو ترسی ہوئی تھیں ان کی بے رخی بھی سہنا پڑی تو پاگل ہو انھیں رہ رہ کر تڑپ اٹھیں حالانکہ گزرتے وقت کے ساتھ فطری تقاضوں سے مجبور ہو کر رمیز بھائی ان کی طرف آئے وہ اتنی پیاری تھیں اور بلا شرکت غیرے ان کی اپنی کہ وہ زیادہ عرصے ان سے منہ نہیں موڑ سکے تھے اور پھر انہوں نے اسے چاہا۔ محبتیں بھی دیں خوشیاں بھی مگر ان کے دل سے تو بس وہ پہلا کانٹا نہیں نکلا تھا جس کی چبھن کم کرنے کے لیے رمیز بھائی حتی المقدور تلافیاں کر چکے تھے مگر وہ کیا کرتیں اپنے اس دل کا اور جواب رتبہ کے لیے دکھ رہا تھا جس کے ساتھ وہی کہانی دہرائی گئی تھی ان کے چہرے پر بچی خاموشی فریال کو ان کے اندر کے طوفاں کا پتا دے رہی تھی اور کتنا گراں بار ہوتا ہے یہ شور۔ وہ خوب جانتی تھی۔

آج عمارہ کی شادی تھی جو یہ صبح سے اپنے کمرے میں بیٹھ پڑا تھا وہ یہاں بیٹھی ٹکر ٹکر کبھی دیواریں دیکھ رہی تھی اور کبھی چھت۔

"اب ایسی ہی اذیت تمہیں روز سہنا پڑا کرے گی روز جینا اور مرنا پڑے گا کوئی ایک دن کی بات نہیں ہے اپنا دل مضبوط کر لو میری جان تم ابھی بہت چھوٹی ہو

اور عمر بڑی۔" فریال نے ہمدردی و محبت سے اس کا کندھا تھپکا کافی پڑے پڑے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

"میں تمہارے لیے دوسری کافی بنا کر لاتی ہوں۔" وہ کپ اٹھا کر باہر چلی گئیں رتبہ کی نظروں نے دروازے تک ان کا تعاقب کیا پھر پلٹ کر کمرے کی دیواروں پر لوٹ آئی اور اسے لگا کتنا سناٹا ہے یہاں۔

کتنی چپ ہیں یہ اونچی دیواریں کوئی آواز کوئی شور نہیں جیسے یہاں کوئی ذی روح نہ بستا ہو۔ رتبہ کو خوف آنے لگا تنہائی کا خیال اس طرح سے ابھرا کہ وہ ڈر کر کھڑی ہو گئی اور ایک پل بھی ضائع کیے بغیر تیزی سے کمرے سے نکلتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ فریال آوازیں ہی دیتی رہ گئی مگر اس نے سنا نہیں۔ اور اوپر آکر وہ حیران تھی میں کیوں آگئی میں کہاں آگئی۔

دالان کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر اس نے اطراف میں دیکھا۔ ثروت چچی بالک کے بیٹے چن چن کر باریک باریک کتر رہی تھیں۔ عفت کپڑے دھو رہی تھی دونوں کتنی مطمئن اور بے فکر تھیں ایک میں ہی کیوں بے چین ہو گئی۔ اس کا سر گھومنے لگا پلٹ کر واپس سیڑھیوں کی طرف بڑھی تو چچی نے پکار لیا۔

"رتبہ کہاں جا رہی ہو بیٹی؟ ابھی تو نیچے سے آئی ہو اور پھر جا رہی ہو۔ کیا بات ہے کوئی چیز بھول آئی ہو؟"

"ہاں اپنا سارا سکون۔" اس نے کہنا چاہا۔

"نن نہیں' ایسی بات نہیں۔ میں بس ویسے ہی۔" وہ انگلیاں چٹخاتی جتنے قدم چلی تھی اتنے ہی واپس آگئی۔

"یہاں آکر بیٹھو میرے پاس۔" ان کے لہجے میں پیار تھا۔

"اے تبو رانی تم تبو رانی بننے کے بجائے ادھر آکر کپڑے دھلواؤ میرے ساتھ' سچ کہا تھا تم نے کہ ہر لڑکی بھابھی بن کر بھابھی ہی بن جاتی ہے توبہ کیسی بے مروت ہو گئی ہو چند ہی دنوں میں دیکھ رہی ہو کہ میں کام میں لگی ہوئی ہوں مگر تم سے اتنا نہ ہوا کہ میرا ہاتھ ہی بٹا دو۔" عفت شرارت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی چچی نے اسے ڈپٹ دیا۔

"اے باؤلی ہوئی ہے نئی نویلی دلہن سے کام کرواؤ گی تم اپنے ہاتھ پاؤں چلاؤ خدا خیر رکھے اس نے کام ہی کرنے ہیں ساری زندگی کچھ دن تو آرام کر لے رتبہ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔" اس سے بیٹ کر انہوں نے اسے حکم دیا وہ مزید اپنی انگلیاں مروڑنے لگی جویریہ کمرے میں تھا اور جس حال میں تھا وہ دیکھنے کی سکت نہیں تھی اس میں وہ ویسے ہی کھڑی رہی تو چچی کو دوبارہ کہنا پڑا۔

"نہیں' میں آپ کے ساتھ کام کروا دیتی ہوں چچی جان۔" وہ ان کے پاس بیٹھ گئی تو انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بہت پیار سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"نہ میری بچی میں خود کر لوں گی یہ' تم اپنے کمرے میں جاؤ وہاں جویریہ اکیلا ہے جا کر اس سے بات کرو اسے پوچھو کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں چلو اٹھو۔" انہیں بیٹے کی حالت کا اندازہ تھا اور بے حد دکھ بھی اور اب وہ یہ چاہتی تھیں کہ جو ہو گیا ہے وہ اس سے سمجھوتہ کر لے اس لیے زبردستی اسے کمرے میں بھیج دیا۔

لڑکھڑاتے قدموں سے وہ اندر آئی تھی سامنے ہی جویریہ بیڈ پر دراز تھا اجڑا اجڑا بکھرا ہوا۔ ہمیشہ اپنا خیال رکھنے والا اب کئی دنوں سے بے گانہ سا تھا نہ اپنا ہوش رہا تھا نہ دنیا کا دل کا درد چہرے پر رقم تھا روح پر لگے زخم آنکھوں سے دکھتے تھے۔ وہ اس سے نظریں چراتی اپنا کالج بیگ اٹھا کر صوفے پر جا بیٹھی۔ پچھلے دو ہفتوں سے ایک لفظ نہیں پڑھ پائی تھی وہ اب بھی کتابیں کھول تو لیں مگر پلے کچھ نہ پڑا بس حروف گھورتی رہی ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری کتابیں بدل بدل کر اس نے دیکھا مگر حال وہی رہا اس نے زچ ہو کر ساری کتابیں پٹخ دیں اور جھلا کر کھڑی ہوئی تو کتنی دیر سے اس کی ایک ایک حرکت دیکھتا جویریہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"رتبہ کتابیں سمیٹ کر یہاں آؤ میرے پاس۔" اس کے لہجے میں تحکم تھا مگر وہ معمول کا سا نہیں جیسے وہ ہر شام اسے بلایا کرتا تھا اور وہ برے برے منہ بناتی سو نخرے دکھا کر اس کے حکم کی تعمیل کیا کرتی بے اختیار اس کا جی چاہا وہ ایک بار پھر کہے۔

"آج میرا پڑھنے کو جی نہیں چاہ رہا آج چھٹی دے

دیں کل پڑھ لوں گی سچ وعدہ۔" اور وہ اسی طرح دھاڑے۔

"نکمی' نالائق' پڑھنے کی چور' شرافت سے آجاؤ کتابیں لے کر ورنہ پٹائی کروں گا تمہاری۔"

"اف کیسے چند دن میں بدل کر رہ گیا ہے سب کچھ۔" وہ چاہتے ہوئے بھی نخرے دکھانے کی جرات نہ کر سکی جلدی سے کتابیں سمیٹیں اور اس کے پاس آگئی۔

"بیٹھو۔" جویریہ نے اشارہ کیا وہ میکانکی انداز میں بیٹھ گئی۔

"کتاب نکالو۔" حکم ملا اور اس نے آنکھیں بند کر کے کتاب اس کے حوالے کر دی ایک نظر کتاب کے ٹائیٹل پر ڈال کر جویریہ نے دوسری نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔

گھبرائی گھبرائی گلابی صورت لرزتی پلکیں عنابی رخسار اور دانتوں کے بیچ دبا نچلا لب۔

"ہوں تو آج یہ پڑھو گی تم۔" جویریہ نے کتاب عین اس کے جھکے چہرے کے نیچے کر دی اس کے پلکیں ہلیں نظر کتاب کے ٹائیٹل پر پڑی۔ "منتخب افسانے" جلی حروف میں لکھا تھا بے دھیانی میں وہ کورس کی کتاب کے بجائے افسانوں کا مجموعہ اس کے ہاتھ میں تھما گئی تھی جو کتنے دنوں سے اس کے بیگ میں ہی پڑا تھا۔

"اوہ۔" گھبرا کر اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا پوری آنکھیں کھولیں' جویریہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اور جانے کیا ہوا' بوکھلاہٹ کے خوف سے وہ ساری کتابیں پھینک کر کمرے سے نکل بھاگی اور اس کی ادا پر بے اختیار جویریہ کے لب مسکرا اٹھے۔

"بیوقوف۔" سر جھٹک کر اس نے کتاب کھول لی۔

*_*_*

رمیز بھائی کو گڑیاں بہت اچھی لگتی تھیں اور یہ ان کی گڑیوں سے محبت ہی تھی کہ اس بار خدا نے انہیں ایک جیتی جاگتی نازک کانچ جیسی گڑیا سے نوازا تھا اتنے خوش تو وہ فراز اور نہال کی پیدائش پر بھی نہ تھے جتنے بیٹی کی آمد پر فریال پر تو وہ نثار ہو رہے تھے بس نہیں چل رہا تھا اسے پھولوں میں تول دیتے جس نے انہیں اتنا خوبصورت تحفہ دیا تھا اور وہ حیران ہو رہی تھیں کہ خدا نے اسے پہلی بار ہی بیٹی کیوں نہ دے دی۔

"پاگل عورت میری گڑیوں سے چڑتی تھیں اب دیکھو خدا نے کیسا انتظام کر دیا ہے ان گڑیوں سے کھیلنے والی آگئی ہے۔" وہ کو مولود بیٹی کا بار بار منہ چوم رہے تھے۔

"ہونہہ بیٹی' عورت دنیا کے سارے دکھ جھیلنے والی کمزور مخلوق۔ جس کے ساتھ طاقتور چاہیں جو سلوک کریں جب چاہیں بے رخی برتیں اور جب چاہیں اٹھا کر گلے لگا لیں۔" فریال کا آج بھی لڑنے کا موڈ ہو رہا تھا۔ منہ پھیر کر رونے لگیں۔

"ارے ارے یہ کیا جاہلانہ پن ہے۔" رمیز بھائی کو سخت برا لگا اتنے خوبصورت موقع پر بیوی کا رونا۔

"خدا نے اپنی رحمت سے نوازا ہے اور تم شکر کے بجائے رو رہی ہو بڑی ناشکری ہو تمہاری اس عادت سے بڑا عاجز ہوں میں۔" وہ جھنجلائے ہوئے تھے فریال کا رونا شدت اختیار کر گیا۔

"آپ تو میرے وجود سے بھی عاجز ہیں پتا نہیں کس طرح برداشت کرتے ہیں مجھے بس چلے تو میری صورت بھی نہ دیکھیں۔"

"ہیں ہیں یہ کس نے کہا تم سے؟" رمیز بھائی کو بے پناہ حیرت ہوئی بیٹی کو کاٹ میں لٹا کر ان کے پاس آبیٹھے وہ ان لمحوں میں بھی جلی کٹی سے باز نہیں آرہی تھیں۔

"کون کہے گا مجھے۔ میں خود جانتی ہوں آپ کو مجھ سے پیار نہیں ہے اپنی ساری محبت تو آپ تمو پر لٹا چکے ہیں میرے لیے تو کچھ بھی نہیں ہے آپ کے پاس۔"

انہوں نے سر تک چادر تان لی جبکہ دل کہہ رہا تھا آج ہی ان سے سارے گلے شکوے کر کے حساب لے لے جانے کل کو ان کی محبت میں اتنا والہانہ پن اور شدت ہو کہ نہ ہو ان کی آنکھوں میں سے اتنی سچائی نہ چھلکے لہجے میں ایسی مٹھاس نہ ہو۔

"اف فریال کی بچی لے دے کر پھر وہی بات کر رہی

ہو میں تو تمہیں بتا کر پچھتایا شادی کے شروع دنوں میں جو غلطی مجھ سے تمہیں اپنا رازدار بنا کر ہوئی۔ مجھے یقین ہے اب تمام زندگی میں اس سے بڑی غلطی اور کوئی نہ ہوگی تم نے تو جینا اجیرن کر لیا اپنا بھی اور میرا بھی 'ایمان سے اگر کسی روز میرا ضبط جواب دے گیا ناں۔ تو حالت بگاڑ دوں گا تمہاری تم میرے پیار پر شک کرتی ہو مانتا ہوں میں نے ثمو کو چاہا اور بے حد چاہا مگر وہ میرا مقدر نہیں تھی کسی اور کا تھی اور میرا نصیب تو تم تھیں پھر تمہاری طرف میں نے اپنی چاہتوں کا رخ موڑ دیا اور اب تم سے مجھے اس سے کہیں بڑھ کر محبت ہے' وہ تو ماضی تھی مگر تم تو میرا حال اور مستقبل ہو۔ میری پیاری بیوی' میرے پیارے پیارے بچوں کی ماں اب اور اس سے بڑھ کر میں تمہیں کیا ثبوت دوں کہ فراز اور نہال کے علاوہ اب ہماری زندگی میں ایک چاند سی بیٹی کا اضافہ بھی ہو گیا ہے اور خدا نے چاہا تو کئی اور ننھے مہمان بھی آئیں گے۔" وہ فریال کے چہرے پر جھکتے یک دم شرارتی ہوئے۔

"جی نہیں اب ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔" فریال نے شرما کر انہیں پرے دھکیلا۔

"آپ تو ملک و قوم کے پکے دشمن ہیں' بہبود آبادی والے بے چارے چیخ چیخ کر رہ گئے کہ "بچے دو ہی اچھے" مگر آپ جیسے واہیات ڈھیٹ لوگوں پر ذرا اثر نہیں ہوا۔"

"اور ہوگا بھی نہیں کیونکہ "کم بچے خوشحال گھرانہ" کا نعرہ لگانے والوں کے اپنے بیس بیس بچے ہیں تو اگر ہمارے دس بارہ ہو گئے تو کیا فرق پڑے گا۔" وہ انتہائی بے فکر تھے۔

"دس بارہ۔" فریال کی چیخ نکل گئی گھبرا کر انہوں نے چادر سر تک کھینچی تو میز بھائی کتنی دیر تک ہنستے رہے۔

گھر بھر میں ننھی ہالہ کی آمد سے جو خوشی پھیلی تھی وہ جویریہ کے ایم ایس۔ سی کلیئر کرنے کی خبر سے دوبالا ہو گئی۔

اسے یقین تھا کہ وہ بغیر سفارش کے بھی بہت اچھے بار کس لے گا تو ایسا ہی ہوا تھا اس کی فرسٹ ڈویژن آئی تھی اس شاندار کامیابی پر سب نے اس سے اتنی ہی شاندار ٹریٹ کا مطالبہ کیا تھا اور اس نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کو اچھے سے ریسٹورنٹ میں ڈنر کروانے کا وعدہ کر لیا۔

دوسری صبح وہ عفت سے کہہ کر گیا تھا کہ شام اس کے آنے سے پہلے وہ سب تیار ہو جائیں اور وہ اس کے کپڑے بھی پریس کر کے رکھے تاکہ آتے ہی وہ بھی اپنا حلیہ درست کر سکے اور عفت نے اس کا حکم نامہ رتبہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔

"کہہ کر گئے تھے تمہارے دولہا جی لو یہ ان کے کپڑے پریس کر دو اور جوتے بھی چمکا دینا اور ہاں خود بھی جلد ہی تیار شیار ہو جانا' پتا ہے ناں کتنے ہنکچوکل ہیں تمہارے وہ ذرا سی دیر برداشت نہیں کرتے۔" اسے آج کل شرارتیں سوجھتی رہتی تھیں اکثر ایسے ہی چھیڑ چھاڑ کرنے لگتی رتبہ نے خفگی سے اسے دھموکا جڑنا چاہا تو وہ ہنستی ہوئی بچ کر نکل گئی اور دروازے تک جا کر رکی۔

"سنو بھابھی جی آج ذرا دل لگا کر تیار ہونا۔"

"کیوں؟" اس کے طرز تخاطب پر رتبہ کا دل دھڑک اٹھا۔

"تو پاگل پوچھ رہی ہے کیوں بھئی آج پہلی بار تم اپنے دولہا جی کے سنگ باہر نکلو گی تو ذرا اچھی کٹ شٹ میں ہونا چاہیے تمہیں نہ کہ یونہی سر جھاڑ منہ پہاڑ جاؤ گی۔"

"ہونہہ کٹ شٹ میں ہوں یا سر جھاڑ کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ جھلا کر آئرن اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئی۔ عفت گنگناتی ہوئی باہر چل دی اس کام سے فارغ ہو کر وہ اس کے جوتے پالش کرنے لگی۔

دل عجیب کیفیت کا شکار ہو رہا تھا عفت کی شرارتیں اب اس کے لیے بوجھ بنے لگی تھیں جانے کیوں ہر وقت ایک جھنجلاہٹ سی سوار رہنے لگی تھی اعصاب پر کسی لمحے تو وہ اتنی بے چین ہو جاتی کہ کسی کام میں قرار نہ ملتا' لاکھ خود کو ادھر ادھر مصروف کرتی مگر پھر بھی ایک بے کلی ستاتی ہی رہتی اس وقت بھی وہ

بدل ہو رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا جویر کے آنے سے پہلے ہی کسی کونے میں چھپ جائے مگر ابھی اسے یہ خیال آیا ہی تھا کہ وہ خود چلا آیا۔

"عفو کہاں ہو بھئی ہو گئے تم لوگ تیار اور میرے کپڑے پریس کر دیئے تھے تم نے نکمی لڑکی۔" وہ سیڑھیوں سے پکارتا آ رہا تھا۔

"اپنی بیگم سے پوچھئے اس نے میرے ہاتھ سے لے لیے تھے آپ کے کپڑے کہہ رہی تھی میں خود استری کر دوں گی۔"

"اف یہ عفو کی بچی بد تمیز۔" رتبہ نے اس کی شوخی بھری آواز پر ہاتھ میں پکڑا برش پٹخا اور کھڑی ہو گئی۔ جویر کمرے میں آیا تو وہ شوریک پر اس کے شوز رکھ رہی تھی۔

اب ان کے درمیان وہ پہلی سی بے تکلفی اور قرابت تو رہی نہیں تھی ایک حجاب اور اجنبیت سی حائل تھی دونوں کے بیچ' ایک دوسرے سے بات چیت بھی بوقت ضرورت ہوتی ورنہ خاموشی میں ہی وقت کٹ جاتا جویر کو اپنے کپڑے بیڈ پر رکھے نظر آ گئے تھے اس لیے اسے مخاطب کیے بغیر صوفے پر بیٹھ گیا۔

رتبہ سیدھی ہوئی تو یونہی اس کی نگاہ ادھر چلی گئی اور جانے کیا ہوا وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔ اس کی بے وقت بے معنی ہنسی رتبہ کے سر سے گزر گئی لیکن اس نے صاف محسوس کیا تھا کہ وہ اسے دیکھ کر ہنسا ہے اور یہ بات اس کے لیے یقیناً "برا ماننے کا باعث تھی بھلا وہ اسے دیکھ کر ہنسا کیوں وہ تو پہلے ہی چڑ رہی تھی اس حرکت پر تو پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

گھور کر اسے دیکھا اور تنتنا کر کمرے سے نکلنا چاہا کہ اس کی آواز نے قدم جکڑ لیے۔

"اوہ ٹھہرو کمرے سے مت نکلنا عفت نے دیکھ لیا تو ریکارڈ توڑ دے گی تمہارا۔"

"کیا کیا مطلب۔" رتبہ گھبرا کر رکی جویر ہنستا ہوا اٹھ کر آیا اور اسے کندھوں سے تھام کر آئینے کے سامنے لے آیا۔

"یہ دیکھو آج تو بڑا انوکھا میک اپ کیا ہے تم نے۔" وہ اس کے گال پر انگلی رکھے بولا جہاں سیاہ چمکتا نشان تھا اس کے جوتوں پر پالش کرتے ہوئے وہ جھنجلائی ہوئی تو تھی انہی ہاتھوں سے بار بار چہرے پر بکھر جانے والے بال ہٹاتی رہی تھی اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس کے چہرے پر کتنے ہی پالش کے چھوٹے چھوٹے دھبے لگ گئے تھے۔

"اوہو۔" اپنی شکل دیکھتے ہی وہ کچھ شرمندہ ہو گئی کہ بوکھلاہٹ میں اتنی گندے ہاتھوں میں منہ چھپا لیا۔ جویر خوب ہنس رہا تھا اور وہ اس کے ہاتھ اپنے شانوں سے ہٹا کر تیزی سے واش روم کی جانب دوڑی۔

اچھی طرح رگڑ رگڑ کر منہ ہاتھ دھو کر آئی تو پہلے ہی قدم پر جویر سے نظر ملتے جہاں اس کی شرمندگی دوچند ہو گئی وہیں وہ بے اختیار ہنسنے بھی لگی اور جویر اس کا شفاف دھلا دھلایا بھیگا اور ہنستا چہرہ دیکھ کر ایک لحظے کو تو حیران ہی رہ گیا مگر دوسرے ہی پل اس نے نظر چرا لی

اور رتبہ کی تو حالت ہی اور تھی اس شام وہ جھجھکی جھجھکی رہی سب کے درمیان ہوتے ہوئے بھی جیسے ان کے درمیان نہیں تھی اور کتنی عجیب بات تھی اسے وہ لمحے یاد آ رہے تھے کبھی اس کے کانوں میں جویر کی بے ساختہ ہنسی گونجنے لگتی کبھی اس کے گرم ہاتھوں کا لمس اپنے کندھوں پر محسوس ہو رہا تھا اور کبھی اپنے دہکتے رخسار پر اس کی ٹھنڈی انگلی ایسا احساس تو کبھی نہیں ہوا تھا جیسا کہ آج۔

"اف۔ خدایا یہ کیا ہو رہا ہے مجھے۔" اس کی نظریں بھی بھٹک بھٹک کر جویر کے چہرے پر جا رہی تھیں۔

*_*_*

دادی ننھی ہالہ سے توتلی زبان میں باتیں کر رہی تھیں جب وہ چپکے سے ان کے پاس جا بیٹھا انہوں نے ہالہ سے توجہ ہٹا کر اسے دیکھا۔

"کیا ہے میرے بچے بڑے دنوں بعد آ کر بیٹھے ہو میرے پاس کیا اب تک ناراض ہو اپنی دادی سے؟"

"نہیں میں آپ سے ناراض تو نہیں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر ان کی گود سے ہالہ کو اٹھایا۔

"ہاں تب ہی مجھ سے بات نہیں کرتے ہو' میرے

پاس رک کر دو گھڑی بیٹھتے نہیں' ایسی بھی کیا ناراضگی بیٹا میں نے تو جو کچھ بھی کیا تمہارے بھلے ہی کے لیے کیا' میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں بچے اس لیے وہ فیصلہ کیا بھلا بتاؤ کیا کمی ہے رتبہ میں اتنی بھولی بھالی اور پیاری بچی ہے' سلجھا ہوا مزاج ہے اس کا تم جانتے ہو اسے اور وہ تمہیں' تم اس پر توجہ دو جوابا" وہ بھی تمہارا اتنا ہی خیال رکھے گی بہت سمجھدار ہے وہ" دادی رسان سے سمجھانے لگیں وہ ہالہ کو پیار کر رہا تھا۔

"تم سن نہیں رہے ہو میری بات۔" دادی خفا ہوئیں۔

"نہیں نہیں سن رہا ہوں آپ بولیے۔" جویر ہنوز ہالہ کی طرف متوجہ تھا۔

"ہونہہ' خاک سن رہے ہو۔"

"ارے ارے میری پیاری دادی جان یہ کیا کرتی ہیں یقین کریں میں ناراض نہیں ہوں آپ سے سچ اتنا مصروف ہو گیا ہوں کہ کیا بتاؤں اچھی نوکری کی تلاش نے تو خوار کر ڈالا ہے مجھے' آپ کے سامنے تو صبح گھر سے نکلتا ہوں اور شام ڈھلے واپس آتا ہوں اور میں روز تو آپ کو سلام کرتا ہوا جاتا ہوں اور واپسی پر بھی آپ سے ضرور حال پوچھتا ہوں پھر یہ ناراضگی کی شکایت۔" جویر نے ان کے ہاتھ تھام کر محبت سے چوم لیے۔

"ہاں بس، رہنے دو جیسے میں تمہاری شکل نہیں دیکھتی نظر نہیں آتا مجھے۔"

"مجھ سے تو کیا سارے گھر سے روٹھے ہوئے ہو' اور وہ میری معصوم سی بچی اس سے الگ منہ پھیرا ہوا ہے تم نے۔" دادی نے پلو سے آنکھیں صاف کیں لہجے میں خفگی تھی۔

"دیکھو اس سارے قصے میں رتبہ کا کیا قصور اس سے کیوں الگ الگ پھرتے ہو وہ اب تمہاری بیوی ہے اس کے بہت سے حقوق عائد ہوتے ہیں تم پر' جن سے بلاوجہ پہلو تہی کرو گے تو خدا کی نظر میں بھی برے بنو گے وہ بے چاری تو کسی سے کچھ کہتی بھی نہیں نہ شکوے شکایت کر لی ہے اور نہ مجھ سے خفا ہے بس بولائی بولائی سارے گھر میں چکراتی رہتی ہے مجھے لگا کہ میں نے زیادتی کر دی ہے اس کے ساتھ آخر تم سمجھتے کیوں نہیں اس بات کو' میں نے تو تمہاری خوشی چاہی تھی اعتماد کیا تھا تم پر کہ تم میرا مان رکھو گے مگر تم نے تو۔" دادی خاموش ہو گئیں وہ ہالہ کو اچھالنے لگا۔

"ارے ننھی سی جان ہے کیا کر رہے ہو کچھ ہو گیا تو ماں چھوڑے گی نہیں اس کی۔" انہوں نے بچی کو اس کے ہاتھوں سے جھپٹ لیا اور بڑبڑانے لگیں وہ ان کی بات پر توجہ جو نہیں دے رہا تھا اور انہیں غصہ آ رہا تھا

"چائے پیو گے جویر۔" فریال کچن سے نکلیں تو اس سے پوچھنے لگیں۔

"آپ پلا دیں گی تو پی لیں گے۔" وہ گاؤ تکیہ کھینچ کر نیم دراز ہو گیا۔

"میں ابھی لائی۔" وہ دوبارہ کچن میں جا گھسیں۔

شام ابھی ڈھلی نہیں تھی خاصا اجالا تھا اور اسی اجالے میں اچانک وہ چلی آئی جسے دیکھتے ہی جویر کو پہلے تو اپنی بصارت پر اعتبار نہیں آیا مگر جب اس کے سنگ ایک اجنبی کو بھی آتے دیکھا تو اسے یقین کرنا پڑا کہ یہ نظر کا دھوکا نہیں حقیقت ہے۔

"السلام علیکم۔" اس کی مترنم آواز صبا کے خوشبوار جھونکے کی طرح ہر سو پھیلی تھی۔

"عمارہ۔" دادی نے عینک درست کر کے اسے دیکھا ہاں وہی تھی۔ قیمتی ملبوس میں ڈائمنڈ جیولری پہنے اور نفاست سے میک اپ کیے اس کے ساتھ ہی کلف لگے سوٹ میں باوقار سی شخصیت تھی۔

"آؤ آؤ بیٹی کیسی ہو؟" امی نے بڑھ کر خوش اخلاقی سے اس کا استقبال کیا دادی اور جویر تو اپنی اپنی جگہ ابھی تک گم صم تھے کچن سے نکلتی فریال بھی محو حیرت ہو گئیں۔

عمارہ اپنے ساتھ آنے والے سے سب کا تعارف کروا رہی تھی۔

"یہ میری بڑی ممانی ہیں یہ نانو' وہ بھابھی اور یہ یہ کزن۔" وہ فقط ایک پل کو ہی آئی تھی پھر ان سب کو

بتانے لگی۔
"یہ میرے شوہر ہیں۔"
"ماشاء اللہ خدا سلامت رکھے بیٹھو بیٹا۔" امی نے لپک کر انہیں موڑھا پیش کیا۔ وہ ہلکی سی مسکراہٹ سے شکریہ کہتے' عین جویر کے سامنے بیٹھ گئے جس کا ان کے ملبوس سے اٹھتی خوشبو سے دم گھٹنے لگا۔ عمارہ دادی کے بائیں طرف بیٹھ گئی اور حسب عادت ان کے گلے میں بازو ڈالے تو نظر ان کی گود میں کھیلتے ننھے وجود پر پڑ گئی۔
"ہائے نانو یہ کون ہے؟" اس نے بچی کو اٹھا کر چوم لیا۔
"میری بیٹی۔" فریال نے بڑی محبت سے بتایا ان کا لہجہ شیریں اور ممتا سے بھرپور تھا اور کیوں نہ ہوتا یہ بیٹی تو ان کے لیے محبتوں اور سکون کے خزینے لائی تھی زندگی کے افق پر چھائی ساری بے چینی چھٹ گئی تھی اس لیے بہت عزیز تھی انہیں اپنی یہ گڑیا جسے کوئی بھی پیار کرتا تو بچی خوشی ان کے اندر ہلکورے لینے لگتی۔
"اوہ' بہت مبارک ہو بھابھی کتنی کیوٹ ہے یہ دیکھیں تو نعمان؟"
عمارہ نے بچی کو پیار کیا اور اپنے شوہر کی طرف بڑھاتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی جس نے ہلکے سے ہالہ کا گلابی گال چھوا اور کہنے لگا۔
"ہوں واقعی سو کیوٹ بے بی' مجھے تو یہ کچھ کچھ تمہاری طرح لگ رہی ہے اپنے بچپن میں تم بھی یقیناً ایسی ہی ہوگی اتنی ہی گلابی اور نازک سی۔"
"شاید۔" عمارہ نے ہنس کر ہالہ کو دادی کی گود میں ڈال دیا۔
"اور آپ کیسی ہیں نانو سچ میں آپ سب کو بے حد یاد کرتی تھی اکثر ان سے ذکر کرتی رہتی ہوں آپ کا ہم لوگ کویت گئے تھے بھائی کے پاس کل ہی واپس آئے ہیں وہاں سے' مجھ سے تو صبر نہیں ہوا اور آج ہی آپ سب سے ملنے چلی آئی۔"
"یہ تو بہت اچھا کیا تم نے بیٹا' مجھے تو بہت خوشی ہوئی تمہارے آنے سے۔" دادی نے اس کا سر تھپکا۔
"اور سناؤ کیسی ہو تم' اور آپ کیسے ہیں بیٹا؟" انہوں نے اس کے میاں سے پوچھا۔
وہ بس ہلکے سے مسکرایا عمارہ ہی بولنے لگی اور وہی بولتی رہی' اس کا لہجہ وہی پہلے سا خوش باش' بے فکر' مطمئن اور پرسکون تھا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ چند ماہ قبل وہ کسی بہت بڑے دکھ سے دوچار ہوئی تھی اس کا چہرہ بھی ویسا ہی فریش' کھلا کھلا اور جگمگاتا ہوا تھا بلکہ خوبصورت آنکھوں کی چمک تو کچھ اور بڑھ گئی تھی یا تو وہ واقعی اتنی خوش تھی جتنے اس کے انداز بتا رہے تھے یا پھر بڑی اداکارہ
مگر اتنا تو صاف لگ رہا تھا کہ وہ اپنی زندگی کے اس حادثے کو پوری شدتوں سے قبول کر چکی ہے۔ باتوں باتوں میں اپنے شوہر کو مخاطب کرنا گاہے بگاہے اس سے کسی بات پر تائید لینا خود سے کچھ فاصلے پر بیٹھا جویر اسے دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا سامنے دیکھ رہی تھی وہ تو۔
اور جویر کی نظریں فرش پر ٹکی تھیں عمارہ کی کھلکھلاتی کھنکتی آواز کسی وزنی ہتھوڑے کی طرح ضربیں لگا رہی تھی اس کے دماغ پر اس کی خوبصورت ہنسی ذرا اچھی نہ لگ رہی تھی دل میں جوار بھاٹا اٹھ رہا تھا اکھاڑ پچھاڑ مچی تھی اندر اک طوفان سر ٹکرا رہا تھا اور قبل اس کے کہ یہ طوفان لاوا بن کر ابل پڑتا کہ ہولے ہولے سیڑھیاں اترتی رتبہ کی آہٹ پر اس نے گردن اوپر اٹھائی اور اسے دیکھتے ہی ہر طرف سکون چھا گیا' سلگتی زمین کو قرار آنے لگا جیسے اچانک ٹھنڈی ٹھار بارش برس پڑی اور جلتا بھڑکتا دل ان پھواروں میں بھیگ کر تازہ پھول کی طرح مہک دینے لگا اور بے اختیار اس نے پکار لیا۔
"تبو رانی ارے تبو جلدی سے آؤ دیکھو کون آیا ہے۔"
وہ جو اتنے دنوں سے اس کے منہ سے یہ اپنائیت بھرا نام سننے کو ترس گئی تھی ایک ہی پکار سن کر بھاگی ہوئی آئی مگر عمارہ کو دیکھ کر وہیں ٹھٹھک گئی۔

"رک کیوں گئیں یہاں آؤ ناں؟" جویر کے لبوں پر بے انتہا دلکش مسکان تھی اور آنکھوں میں اترتا سکون' بہت پیار سے اسے بلایا وہ ہمت کر کے مرے مرے قدموں سے چلتی ذرا آگے آئی حلق تر کر کے عمارہ کو سلام کیا اس کے شوہر پر بھی نظر پڑی جسے جویر بتا رہا تھا۔

"شی از مائے وائف۔"

"اوہ' ماشاء اللہ بہت اچھی جوڑی ہے آپ کی؟" اس نے تعریف کی۔

"شکریہ جوڑی تو آپ دونوں کی بھی بہت اچھی ہے۔" جویر نے ایک نظر عمارہ پر ڈالی جو بولتے بولتے یکدم ایسی خاموش ہوئی تھی کہ لگتا تھا کسی نے ہونٹ سی دیے ہوں بولتی آنکھیں بھی چپ ہو کر رتبہ کو دیکھ رہی تھیں۔

"اوہ تبو رانی تم یہاں کھڑی ہو اب تک' بھئی کچن میں جاؤ عمدہ سی چائے بنا کر لاؤ مہمان آئے ہیں خاطر تواضع نہیں کرو گی ان کی۔" جویر کا تو لہجہ ہی یکسر بدلا ہوا تھا۔

"اچھا جی ابھی گئی۔" رتبہ تو گرنے کو تھی۔

"نہیں چائے کی ضرورت نہیں بس اب ہم چلتے ہیں۔" عمارہ کھڑی ہو گئی

"ارے بھئی ایسے کیسے ہو سکتا ہے چائے پی کر جاؤ' تمہیں پتا ہے اپنی تبو کتنی اچھی چائے بناتی ہے۔" وہ پورے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔

"نہیں پھر کبھی سہی نعمان چلیے۔" عمارہ نے اسے دیکھا بھی نہیں وہ اپنے شوہر سے مخاطب تھی اور پھر سب نے اصرار کیا مگر وہ ٹھہری نہیں۔

"وہ آئی بھی اور چلی بھی گئی۔" جویر نے خود سے کہتے اک خاموش نگاہ گیٹ تک دوڑائی پھر رتبہ کو دیکھا وہ بے چاری حیران پریشان تھی' کچھ اندازہ نہ ہوا تو اسی سے پوچھنے لگا۔

"کیا بات ہے تبو ایسے کیوں کھڑی ہو؟"

"ہوں کچھ نہیں۔" وہ چونک گئی اور دھیرے سے چلتی دادی کے پاس اسی جگہ آ بیٹھی جہاں چند لمحے قبل عمارہ بیٹھی تھی۔ دادی نے مسکرا کر اسے پیار سے اپنے ساتھ لگا لیا اور جویر کو یوں دیکھا جیسے پوچھ رہی ہوں۔

"کیوں میاں اب کہو میرا فیصلہ درست تھا یا غلط۔"

"درست دادی جان ایکدم درست؟" اس نے ان کی آنکھوں کے سوال کا جواب آنکھوں ہی میں دیا اور اپنی طرف آتے نہال کو پکڑ کر ہوا میں اچھالنے لگا۔

"ارے ارے کہیں گرا نہ دینا میرے بچے کو۔" فریال نے یہ منظر دیکھا تو چیخیں۔

"فکر نہیں کریں بھابھی' نہیں گرے گا آپ کا شہزادہ دیکھیں تو کتنا خوش ہو رہا ہے یہ۔" نہال کی کلکاریاں آنگن میں گونج رہی تھیں جن میں اس کا قہقہہ بھی شامل ہو گیا۔

"افوہ بڑے خوش ہو رہے ہو۔" فریال نے طنز کیا اور وہ ان کا انداز سمجھ کر اور زیادہ ہنسنے لگا

"ہونہہ' خوش کیوں نہ ہوں گے ان کا دیدار جو ہو گیا ہے" رتبہ نے پاؤں پٹخا اور دھپ دھپ کرتی سیڑھیاں چڑھ گئی جویر کے قہقہے اس کے تعاقب میں آ رہے تھے' اس نے کمرے میں جا کر دھاڑ سے دروازہ بند کر لیا۔

* * * *

وہ خفا تھی ہر دم موڈ آف' منہ غبارے کی طرح پھولا ہوا وہ بات کرنا چاہتا تو اول تو جواب نہ دیتی اور اگر بولتی تو کاٹ کھانے کو دوڑتی وہ تین دن سے اس کے انداز نوٹ کر رہا تھا' اور مزے کی بات خوب لطف لے رہا تھا اس کی یہ ناراضگی کسی اپنائیت کا اظہار تھی ایک جذبہ تھا اس رویے کے پیچھے' وہ جان کر بھی انجان بنا رہا لیکن آخر کب تک۔

آئینے میں جھلملاتے اس کے عکس پر وہ کتنی دیر سے نظر جمائے ہوئے تھا اس کا خوبصورت تنا تنا چہرہ سرخ آنکھیں پیشانی پر بل سکڑتے پھولتے نتھنے یہ سب شدید خفگی کے غماز تھے اور بے دردی سے اپنے لمبے گیلے بال سلجھاتے ہوئے وہ سارا غصہ انہی بے چاروں پر نکال رہی تھی۔ ابھی نہا کر آئی تھی اور اس کا

نکھرا سراپا جویریہ کا دل موہ رہا تھا' بیڈ کی پشت سے دونوں تکیے ٹکائے ان کے سہارے نیم دراز وہ کب سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی بدلی نظروں کی تپش تو وہ محسوس کر رہی تھی اسی لیے تو جھنجلاہٹ کا یہ عالم تھا۔

جویریہ نے اک گہری سانس کھینچتے ہوئے اس سے نظر ہٹا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی کتاب اٹھالی اور ورق گردانی کرنے لگا اک صفحے پر اس کی نظر ٹھہر گئی بے حد خوبصورت غزل تھی جسے پڑھنے کے بعد وہ اچانک اس سے پوچھنے لگا۔

"تبو رانی ذرا یہ شعر سنو' پھر اس کا مطلب مجھے بتانا۔"

ہمہ وقت رنج و ملال کیا' جو گزر گیا سو گزر گیا
اسے یاد کر کے نہ دل دکھا' جو گزر گیا سو گزر گیا
یہ سفر بھی کتنا طویل ہے' یہاں وقت کتنا قلیل ہے
کہاں لوٹ کر کوئی آئے گا' جو گزر گیا سو گزر گیا
وہ وفائیں تھیں کہ جفائیں تھیں یہ نہ سوچ کس کی خطائیں تھیں
وہ تیرا ہے اس کو گلے لگا جو گزر گیا سو گزر گیا

بے حد دلاویز لب و لہجے میں اس نے یہ اشعار پڑھے تھے آخری شعر پر تو لہجہ خاصا معنی خیز ہو گیا نظریں اس کے سراپے پر آٹھہریں اور رتبہ کے ہاتھ تھم گئے دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔

"کیا مطلب ہے ان کا۔" جویریہ کی آنکھوں میں شرارت عود کر آئی لبوں پر بھرپور مسکان جسے باوجود کوشش کے دبا نہ سکا وہ کوئی بچی کھچی تھی۔ جو مطلب نہ سمجھتی اور بچہ تو وہ بھی نہیں تھا تو پھر کیا اتنا آسان مفہوم رکھنے والے اشعار اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔

"ہونہہ بے وقوف۔" رتبہ نے جھٹکے سے اپنے گیلے بال پیچھے کیے کئی بوندیں ٹوٹ کر گریں' شیمپو کی دلفریب مہک جویریہ کی سانسوں تک گئی' سیاہ بالوں نے تمام پشت ڈھانپ لی تھی۔

"میں کیا پوچھ رہا ہوں تم سے بتاؤ ناں۔" وہ اصرار کر رہا تھا

"مجھے نہیں پتا۔" وہ پی ہوئی تھی ہتھیلی پر لوشن انڈیل کر چہرے پر لگانے لگی۔

"کمال ہے اتنی شاعری پڑھتی ہو ناول پڑھتی ہو اور ان تین اشعار کا مطلب نہیں پتا' شاباش ہے بھئی یہ کیسا ادبی ذوق ہے تمہارا' کس چولہے میں جھونکتی ہو اتنا پڑھا۔" وہ سراسر اسے جلا رہا تھا اور وہ خوب چڑھ بھی گئی۔

"آپ کو اس سے کیا اور۔۔۔ اور یہ آپ نے میری کتاب کو ہاتھ کیوں لگایا آپ کو تو بری لگتی ہیں ایسی کتابیں' پڑھنا پسند نہیں فرماتے جناب' اور اب کیوں لیے بیٹھے ہیں لائیں ادھر دیں مجھے۔" وہ تن فن کرتی کتاب چھیننے کے ارادے سے آئی تھی اور جویریہ کا ارادہ کچھ اور تھا وہ جونہی قریب آئی بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟" وہ سیدھی اس کے سینے پر جا گری تھی اس غیر متوقع حملے پر تو حواس اڑ گئے سانسیں اتھل پتھل ہو گئیں دل بند ہونے لگا اور جویریہ نے اس کے ٹھنڈے مہکتے گیسوؤں میں منہ چھپا لیا۔

"اف تبو تمہارے بال کتنے خوبصورت ہو گئے ہیں۔" وہ اس خوشبو سے مست ہو چلا تھا۔

"چھوڑیں مجھے" رتبہ کی تو جان ہوا ہونے لگی۔

"صرف ایک شرط پر پہلے ان شعروں کا مطلب بتاؤ۔" وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا

"بتاتی ہوں۔" اس نے ہتھیار پھینکے تو جویریہ نے آزاد کر دیا مگر صرف تھوڑی دیر کو کیونکہ جھکی کانپتی پلکوں' گالوں پر پھوٹتی شفق اور گلابی لبوں سے اٹک اٹک کر ابھی وہ پورا مطلب بیان بھی نہیں کر پائی تھی کہ وہ اس پر جھکتا ہوا ہمیشہ کے لیے اسے اپنی پناہوں میں محصور کر چکا تھا۔

* *